مسئلہ فلسطین

رہبر معظم سید علی خامنہ ای حفظہ اللہ

جمع وترتیب:

ابن حسن

معراج کمپنی

بیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب: مسئلہ فلسطین
مولف: رہبر معظم سید علی خامنہ ای حفظہ اللہ
جمع وترتیب: ابن حسن
کمپوزنگ: انس کمیونیکیشن **0300-4271066**
ناشر: معراج کمپنی لاہور
زیرِ اہتمام: ابوظہیر

ملنے کا پتہ

محمد علی بک ایجنسی اسلام آباد
0333-5234311

فہرست

فلسطین پر غاصبانہ قبضے کی تاریخ ______ 8
فلسطین پر قبضے کی روش: ______ 8
برعکس حقیقت: ______ 10
فلسطین پر قبضے کے تین مراحل: ______ 11
دوسرا مرحلہ: ______ 11
تیسرا مرحلہ: ______ 12
فلسطین کی اہمیت ______ 13
مسئلہ فلسطین کی اہمیت: ______ 13
بیت المقدس کی اہمیت: ______ 13
فلسطین کے سلسلے میں اسلامی جمہوریہ ایران کا موقف: ______ 14
مسئلہ فلسطین اور امام خمینیm: ______ 16
فلسطین کی حمایت ______ 17
امت مسلمہ میں اختلاف وانتشار کے نتائج: ______ 17
فلسطینی قوم کے دفاع اور حمایت کا فریضہ: ______ 17
مسئلہ فلسطین اور عالم اسلام ______ 18

عالم اسلام کی جانب سے فلسطین کی حمایت: 18
مسلم حکومتوں کی جانب سے فلسطین کی حمایت: 20
ملت ایران کی جانب سے فلسطینی قوم کی حمایت: 20
فلسطین کی حمایت میں تشہیراتی مہم سے استفادہ: 20
مسئلہ فلسطین کا حل 21
مسئلہ فلسطین کا سفارتی حل: 21
صیہونی حکومت پر دباؤ: 22
تیل کا بطور حربہ کا استعمال: 23
ملت فلسطین کی مالی امداد: 24
فلسطین کی نجات کا راستہ: 24
فلسطینی قوم کی نجات کا واحد راستہ، مزاحمت و استقامت: 25
ملت فلسطین کی بیداری: 26
عرب نیشنلزم اور مسئلہ فلسطین 26
آشتی و ساز باز 27
آشتی کا حربہ: 27
اسرائیل سے فلسطین کی مفاہمت کا منصوبہ: 28
عرب اسرائیل مفاہمت کا فلسفہ: 29
پہلی تحریک انتفاضہ کی ناکامی کے اسباب: 29
اوسلو معاہدے کے نتائج: 30
فلسطینی اہداف اور امنگوں سے غداری: 30
فلسطین سے عرب حکام کی غداری: 31
مزاحمت و استقامت 32

قوموں کی طاقت: 32
شجاع ملت فلسطین کا جہاد: 32
صیہونی حکومت سے جنگ کے بنیادی محور: 33
فلسطینی مجاہدین کے لئے نمونہ عمل: 34
جہاد، امت مسلمہ کا فریضہ: 34
انتفاضہ مسجد الاقصی: 35
انتفاضہ مسجد اقصیٰ کا سبب: 36
فلسطین، اسلامی بیداری کی تحریک کا محور: 36
استقامت، نجات کا راستہ: 37
فلسطین کی تقدیر اور مستقبل 38
بقائے فلسطین و نابودئ اسرائیل: 38
یقینی مستقبل: 39
شمشیر پر خون کی فتح: 40
عالمی یوم قدس 41
یوم قدس منانے کی ضرورت 41
یوم قدس کا عقیدت مندانہ انعقاد 42
یوم قدس کی تاثیر 42
یوم قدس کی مخالفت 43
یوم قدس پر امت مسلمہ کا فریضہ 44
عالم اسلام فلسطین سے غافل نہ ہو 44
مسئلہ فلسطین اسلامی ملکوں کا بنیادی مسئلہ ہے 45
فلسطین میں اہم اسلامی مراکز خطرہ میں ہیں: 46

اسلامی بیداری کی نئی مہم کا آغاز ___ 47

فلسطین پر غاصبانہ قبضہ اور ایک قوم کا قتل عام ___ 48

پی ایل او کی تشکیل اور ناکامی ___ 49

صیہونیت کی شرمناک شکست ___ 51

نصرت الٰہی کے مظاہر ___ 52

پورا فلسطین، تمام فلسطینیوں کے لئے ___ 53

صیہونی حکومت اور اس کے مغربی حامی دہشت گرد ہیں ___ 55

فلسطینی عوام کی مدد مسلمانوں کے لئے واجب کفائی ___ 57

مسئلہ فلسطین کے متعلق غلط فہمی ___ 62

اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کی بدنامی ___ 63

فلسطینی تاریخ کی مظلوم ترین قوم ___ 69

فلسطین کی رہائی دینی فریضہ ہے ___ 75

اسلامی ممالک مسئلہ فلسطین کو اپنا مسئلہ ___ 76

فلسطین وعدہ الٰہی کی تکمیل کی جلوہ گاہ بن گیا ہے ___ 77

فلسطین کے سلسلے میں او آئی سی کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں ___ 79

فلسطین کی حمایت میں ہر لازمی قدم اٹھایا جائے گا ___ 79

عَرضِ ناشر

زیر نظر کتاب ''رہبر معظم سید علی خامنہ ای حفظہ اللہ کے ''مسئلہ فلسطین'' سے متعلق بیانات کو ہمارے دوست ابن حسن نے www.khamenei.ir سے جمع کر کے مرتب کیا، امید ہے کہ قارئین قبول فرما کر ہمیشہ کی طرح ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

اگر اللہ نے توفیق دی تو انشاء اللہ ہم جناب رہبر معظم کی تمام کتب جو دستیاب ہوں گی ان کو مرحلہ وار شائع کریں گے۔ اس سلسلہ میں آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اگر آپ کے پاس رہبر معظم کی کوئی کتاب ہو تو ادارہ کو ارسال کر کے ممنون فرمائیں۔

جب آپ اپنے لئے دعا کریں تو ہمیں اپنی دعاؤں میں شریک رکھیں تا کہ یہ سلسلہ جاری رہ سکے، اگر کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو یہ سوچ کر معاف فرما دیں کہ انسان کی سب کوششوں کے باوجود غلطی کی گنجائش بہرحال رہ جاتی ہے، اس غلطی سے ادارہ کو آگاہ کریں تا کہ آئندہ اس کو درست کر لیا جائے۔ رہبر معظم کی شائع شدہ کتب مصباح القرآن ٹرسٹ کی ویب سائٹ www.misbahulqurantrust.com پر مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

فلسطین پر غاصبانہ قبضے کی تاریخ

فلسطین پر قبضے کی روش:

دشمن کے دسیوں اقدامات پر مشتمل ایک تاریخی عمل کے نتیجے میں فلسطین، صیہونیوں کی بلاشرکت غیرے ملکیت بن گیا ہے۔ دنیا کے کچھ طاقتور یہودیوں کو یہودی آبادی کے لئے ایک الگ ملک کی تشکیل کا خیال پیدا ہوا۔ البتہ پہلے سے ہی وہ اس فکر میں تھے کہ یوگانڈا چلے جائیں اور وہاں اپنا ملک قائم کریں۔ کچھ دنوں تک وہ اس بارے میں غور کرتے رہے کہ لیبیا کے دارالحکومت طرابلس کا رخ کریں لہٰذا انہوں نے جا کر اطالوی حکومت سے بات کی کیونکہ اس وقت طرابلس اسی کے قبضے میں تھا لیکن اطالویوں نے نفی میں جواب دیا اور برطانیہ سے ان کا معاہدہ طے پا گیا۔ اس زمانے میں مشرق وسطی میں برطانیہ کے بہت اہم سامراجی اہداف تھے۔ اس نے سوچا کہ چلو اچھا ہے، یہ لوگ اس علاقے میں آ جائیں گے (تو ان کے ذریعے) وہ اپنا مشکل ہدف بھی پورا کر لے گا۔ اس سرزمین پر قبضہ ایک کثیر المقاصد اور پیچیدہ منصوبے کے تحت کیا گیا جس کا ہدف مسلمانوں کو متحد ہونے سے روکنا اور دوبارہ طاقتور مسلمان حکومتوں کی تشکیل نہ ہونے دینا تھا۔ ایسے ثبوت موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جرمن نازیوں سے صیہونیوں کے بڑے قریبی

روابط تھے اور یہودیوں کے قتل عام کے مبالغہ آمیز اعداد وشمار درحقیقت رائے عام کی ہمدردیاں حاصل کرنے، فلسطین پر قبضے اورصیہونیوں کے جرائم کی پردہ پوشی کا حربہ تھا۔اس کے بھی ثبوت ہیں کہ مشرقی یورپ کے کچھ غیر یہودی اوباشوں کو یہودیوں کی حیثیت سے ہجرت کرا کے فلسطین لایا گیا تاکہ نسل پرستی کی قربانی بننے والوں کے پسماندگان کی حمایت کے نام پر قلب عالم اسلام میں ایک اسلام دشمن حکومت کا قیام عمل میں لایا جا سکے اور تیرہ صدیوں کے بعد عالم اسلام کے مغربی ومشرقی حصوں کو دولخت اور ایک دوسرے سے الگ کر دیا جائے۔شروعات میں تو مسلمان مات کھا گئے چونکہ صیہونیوں اور ان کے مغربی حامیوں کی سازش کی حقیقت سے واقف نہیں تھے۔حکومت عثمانیہ کو شکست ہوئی۔ فاتح طاقتوں کے درمیان سائیکس پیکو کے نام سے مشرق وسطی کے مسلم علاقوں کی تقسیم کا خفیہ معاہدہ طے پایا۔لیگ آف نیشنز نے فلسطین کو برطانیہ کی نگرانی میں دے دیا۔ برطانیہ نے صیہونیوں سے مدد وتعاون کا وعدہ کرلیا اور طے شدہ منصوبوں کے مطابق یہودیوں کو فلسطین لایا گیا اور مسلمانوں کو ان کے گھر بار سے نکال دیا گیا۔

طے یہ پایا تھا کہ یہودی ابتدا میں تو ایک اقلیت کے طور پر وارد ہوں اور بعد میں بتدریج اپنا دائرہ بڑھائیں اور ایک گوشے کو جو انتہائی حساس گوشہ ہے یعنی فلسطینی ریاست جو حساس علاقے میں واقع ہے، اپنے قبضے میں کرلیں پھر وہاں حکومت بنائیں اور برطانیہ کے اتحادی بنے رہیں اور اس علاقے میں عالم اسلام بالخصوص عرب دنیا کا کوئی اتحادی باقی نہ رہنے دیں۔جس دشمن کو باہر سے اس طرح کی حمایت حاصل ہو وہ جاسوسی اور دیگر حربوں سے اختلافات پیدا کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے اور اس نے ایسا ہی کیا۔کسی سے نزدیک ہو گیا، کسی پر ضرب لگا دی، کسی کو کچل دیا اور کسی سے سختی کا برتاؤ کیا۔ بنابریں سب سے پہلے درجے میں برطانیہ کی مدد ملی اور پھر بعض دیگر مغربی ممالک نے تعاون کیا۔ بعد میں یہ لوگ برطانیہ سے رفتہ رفتہ دور اور امریکا کے قریب ہوتے گئے۔ امریکا آج تک صیہونیوں کو اپنے سائے میں پناہ دیئے ہوئے ہے۔اس طرح ان لوگوں نے ایک ملک بنایا اور فلسطین

پر قبضہ کیا۔ قبضے کا انداز یہ تھا کہ پہلے جنگ کا راستہ اختیار نہیں کیا، پہلے مکر و حیلے سے کام لیا۔ پہلے جا کر فلسطینیوں کی بڑی زمینوں کو جس پر عرب کسان زراعت کیا کرتے تھے اور جو بہت سرسبز و زرخیز تھیں اور جن کے اصلی مالک یورپ اور امریکا میں رہتے تھے، ان کی اصلی قیمت سے کئی گنا زیادہ قیمت پر خرید لیا اور پھر ان زمینوں کو یہودیوں کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ ان کے پاس اس کے کچھ اچھے ذرائع بھی تھے جن میں سے ایک ''سید ضیا'' (سید ضیاء الدین طباطبائی) تھا جو انیس سو بیس کے آس پاس ہونے والی بغاوت میں رضا خان کا شریک کار تھا، اس نے فلسطین جا کر وہاں مسلمانوں سے زمین خرید کر یہودیوں اور اسرائیلیوں کو فروخت کرنے کی دلالی شروع کر دی۔ زمینوں کو خریدا گیا۔ جو زمینیں ان کی ملکیت میں آئیں ان کو بڑی سنگدلی اور درندگی کے ساتھ ان کسانوں سے خالی کرایا جانے لگا جو اس پر کھیتی کرتے تھے۔ کہیں بھی جا کر مار پیٹ کرتے تھے، لوگوں کو قتل کرتے دیتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ عالمی رائے عامہ کی ہمدردیاں بھی بٹورنے کی کوششیں جاری رکھتے تھے۔

برعکس حقیقت:

عالمی سطح پر جاری تشہیراتی مہم میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جن یہودیوں نے آ کر فلسطین میں اپنے گھر بنائے ہیں وہ مظلوم و ستم رسیدہ اور ظلم و جارحیت سے پسے ہوئے لوگ ہیں جبکہ وہ عرب جو اپنے گھر واپس لینے کی کوششیں کر رہے ہیں بڑے جبر پسند اور تندمزاج لوگ ہیں جو کسی بھی اصول و قانون کے پابند نہیں۔ جب روسی یہودیوں اور صیہونیوں نے فلسطین کی جانب ہجرت شروع کی تو اس وقت وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ یہ غاصب ہیں، یہ فلسطین کے رہنے والے نہیں ہیں جو وہاں جا رہے ہیں، یہ روس، یوکرین، یورپی ممالک اور امریکا کے رہنے والے ہیں جن میں ہر ایک کے پاس اپنے وطن میں زمینیں، رہائش گاہیں، دولت و ثروت اور مال و منال ہے، اس سب کے باوجود وہ فلسطین جا رہے ہیں تا کہ فلسطینیوں کا حق غصب کریں اور ان سے اپنے گھر بسانے کا حق چھین لیں۔

ان باتوں کو زبان پر نہیں لاتے تھے! علاوہ ازیں صیہونی اور امریکی عناصر اپنے ذرائع ابلاغ میں کچھ تھکی ہاری اور خستہ حال یہودی عورتوں اور بچوں کی تصاویر دکھاتے تھے تاکہ دنیا والے کہیں کہ "بڑی عجیب بات ہے! یہ عرب ان بیچارے مظلوموں کے ساتھ یہ برتاؤ کیوں کر رہے ہیں؟!"

فلسطین پر قبضے کے تین مراحل:

فلسطین پر صیہونیوں کے غاصبانہ قبضے کے تین مراحل ہیں: ایک مرحلہ عربوں سے قسی القلبی کے برتاؤ کا ہے، فلسطین کے اصلی و حقیقی باسیوں کے ساتھ صیہونیوں کا برتاؤ بڑا سنگدلانہ اور تشدد پسندانہ تھا۔ ان کے ساتھ کسی طرح کی رورعایت نہیں کی جاتی تھی۔

دوسرا مرحلہ:

عالمی رائے عامہ کے سامنے جھوٹ بولنے اور دروغ گوئی کا تھا۔ عالمی رائے عامہ سے دروغ گوئی ان کے حیرتناک حربوں میں سے ایک ہے۔ یہودیوں کے قبضے والے صیہونی ذرائع ابلاغ کے ذریعے انہوں نے عالمی رائے عامہ سے بے پناہ جھوٹ بولے، قبضے سے پہلے بھی اور قبضے کے بعد بھی۔ اسی جھوٹ کے سہارے یہودی سرمایہ داروں کو شیشے میں اتارا گیا! بہتوں کو ان کے جھوٹ پر یقین بھی آ گیا۔ حتی وہ فرانسیسی فلسفی و مصنف ژاں پال سارتر تک کو فریب دینے میں کامیاب ہو گئے۔ اسی ژاں پال سارتر نے ایک کتاب بھی لکھی جس کا میں نے تقریباً تیس سال قبل مطالعہ کیا۔ اس نے لکھا کہ "بغیر سرزمین کے عوام اور بغیر عوام کی سرزمین"، یعنی یہودی وہ لوگ تھے جن کے پاس کوئی زمین نہ تھی، وہ فلسطین آئے جو باشندوں سے خالی سرزمین تھی، انسانوں سے خالی ویران علاقہ تھا۔ یہ کیا بات ہوئی کہ انسانوں سے خالی علاقہ تھا؟ جناب وہاں پوری ایک قوم آباد تھی جو کھیتوں میں کام کرتی تھی۔ اس کے ثبوتوں کی کمی نہیں ہے۔ ایک غیر ملکی مصنف کہتا ہے کہ پوری سرزمین فلسطین میں گندم کے کھیت ہی کھیت تھے اور تا حد نگاہ انہی کھیتوں کی ہریالی نظر آتی تھی۔ دنیا کو یہ

بتایا گیا کہ فلسطین ایک ویران اور متروک علاقہ تھا، ہم نے آ کر اسے آباد کیا۔ پوری رائے عامہ سے دروغ گوئی! ہمیشہ خود کو مظلوم ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی۔ کسی یہودی خاندان کے ساتھ کوئی معمولی سا واقعہ بھی پیش آ جاتا تو ٹائم اور نیوز ویک جیسے امریکی جریدوں میں متاثرہ شخص کی تصویر، عمر، دیگر تفصیلات اور اس کے بچوں کی مظلومیت کی مفصل داستان شائع ہوتیں لیکن فلسطینی نوجوانوں، لڑکوں، خاندانوں، بچوں اور عورتوں پر مقبوضہ فلسطین کے اندر اور لبنان میں مظالم کے جو پہاڑے توڑے جاتے ہیں ان کی جانب اشارہ تک نہیں کیا جاتا!

تیسرا مرحلہ:

تیسرا مرحلہ ساز باز کا ہے۔ یعنی فلاں حکومت سے بات کرو، فلاں شخصیت سے رابطہ کرو، فلاں سیاستداں کو اپنے ساتھ ملاؤ، فلاں دانشور سے ملو، فلاں مصنف اور فلاں شاعر سے ساز باز کرلو! ان کی کوششیں ان تین مراحل میں جاری رہی ہیں اور وہ اس طرح ایک ملک کو فریب اور دھوکے سے ہڑپنے میں کامیاب رہے ہیں۔ انہیں بیرونی ممالک کی حمایت بھی حاصل رہی ہے جن میں سب سے پیش پیش برطانیہ تھا۔ اقوام متحدہ اور اس سے قبل لیگ آف نیشنز نے بھی جنہیں جنگ ہوجانے کے بعد امن کے قیام کے نام پر تشکیل دیا گیا تھا، سوائے چند مواقع کے ہمیشہ ان کی حمایت کی۔ انیس سو اڑتالیس میں اقوام متحدہ نے ایک قرارداد منظور کی اور فلسطین کو بغیر کسی معقول وجہ کے تقسیم کر دیا۔ اس قرارداد میں کہا گیا کہ فلسطینی سرزمین کا ستاون فیصدی حصہ یہودیوں کا ہے جبکہ اس سے قبل تک محض پانچ فیصدی زمین ہی ان کے پاس تھی! پھر کیا تھا یہودیوں نے ایک حکومت قائم کر لی جس کے بعد گاؤں، شہروں اور گھروں پر حملے اور دوسری حرکتیں شروع ہوگئیں۔ البتہ عرب حکومتوں نے بھی کوتاہیاں کیں۔ کئی جنگیں ہوئیں۔ انیس سو سڑسٹھ میں اسرائیلیوں نے امریکا اور کچھ دیگر حکومتوں کی مدد سے مصر، شام اور اردن کے کچھ علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد انیس سو تہتر کی جنگ میں جو انہوں نے شروع کی بڑی طاقتوں کی مدد سے جنگ کے نتائج کو اپنے حق

میں موڑ لیا اور مزید کچھ علاقے ہڑپ لئے۔

فلسطین کی اہمیت

مسئلہ فلسطین کی اہمیت:

حقیقت میں اس وقت مسلمانوں کی زندگی اور اسلامی علاقوں کا کوئی بھی مسئلہ اتنا بڑا اور اہم نہیں ہے جتنا کہ مسئلہ فلسطین۔ برسوں سے رفتہ رفتہ مسلمانوں کو اس کا عادی بنادیا گیا کہ ان کے گھر کا ایک حصہ اغیار کے قبضے میں رہے۔ البتہ بات مسلمانوں کے گھروں کے ایک حصے پر غاصبانہ قبضے تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اسی حصے کو مسلمانوں کی صفوں پر حملے کرنے اور ان کی خواہشات اور آرزؤں کو کچلنے کے لئے محاذ کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔

مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں سب سے اہم ہدف و مقصد سرزمین فلسطین کو نجات دلانا ہے یعنی فلسطینی حکومت کو محو و نابود کرنا اور اس سلسلے میں انیس سو سڑسٹھ سے قبل اور بعد کے علاقوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ سرزمین فلسطین کا ایک بالشت حصہ بھی فلسطینیوں کے گھر کا ایک بالشت حصہ ہے۔ فلسطینی ریاست پر فلسطینی عوام اور مسلمانوں کی حکومت کے علاوہ کوئی بھی اقتدار غاصبانہ اقتدار ہوگا۔ بنابریں بنیادی بات وہی ہے جو امام خمینی نے فرمائی: ''اسرائیل کو نابود ہوجانا چاہئے'' فلسطین کے یہودی اگر اسلامی حکومت کو تسلیم کرتے ہیں تو وہاں شوق سے زندگی گزاریں۔ یہودیوں سے دشمنی برتنے کی بات نہیں ہے۔ مسئلہ مسلمانوں کے گھروں پر غاصبانہ قبضے کا ہے۔ مسلمان عمائدین اور زعما اگر بڑی عالمی طاقتوں کے زیر اثر اور ان کے دباؤ میں نہ ہوتے تو یہ مہم سر کر سکتے تھے لیکن افسوس انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

بیت المقدس کی اہمیت:

مسئلہ فلسطین کے ساتھ ہی بیت المقدس کا مسئلہ بھی بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔اس وقت اس مقدس شہر کو غصب کر لینے اور ہضم کر جانے اور شہر کے اسلامی آثار کو محو کر دینے کی گوناگوں صیہونی سازشیں چل رہی ہیں۔اس شہر کا تعلق تمام مسلمانوں سے ہے۔پورا بیت المقدس پورے فلسطین کا دارالحکومت ہے۔مسلمان ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ دشمنوں کی ناپاک سازشیں عملی جامہ پہنیں،وہ ان سازشوں کا مقابلہ کریں گے۔

فلسطین کے سلسلے میں اسلامی جمہوریہ ایران کا موقف:

اسلامی نقطہ نگاہ سے مسئلہ فلسطین اسلامی لحاظ سے تمام مسلمانوں کے لئے بنیادی اور حیاتی مسئلہ ہے۔تمام قدیم شیعہ سنی علما نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ اگر اسلامی سرزمین کا کوئی ٹکڑا دشمنان اسلام کے قبضے میں چلا جائے تو سب کا فریضہ یہ ہے کہ دفاع کے لئے اٹھ کھڑے ہوں یہاں تک کہ مقبوضہ علاقے کو آزاد کرا لیا جائے۔مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں ہر شخص کی توانائی اور امکان کے مطابق اس کی ذمہ داریاں اور فرائض ہیں۔سب سے پہلے مرحلے میں اسلامی لحاظ سے ان کا فرض بنتا ہے۔کیونکہ یہ زمین اسلامی سرزمین ہے،دشمنان اسلام کے قبضے میں ہے،اسے بازیاب کرایا جانا چاہئے۔دوسرے مرحلے میں یہ کہ اسی لاکھ مسلمانوں کی بات ہے۔ان میں بہت سے بے گھر ہو چکے ہیں جبکہ بہتوں کا عالم یہ ہے کہ مقبوضہ فلسطینی علاقوں کے اندر پناہ گزینوں سے بھی ابتر حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔معمول کی آمد و رفت تک سے گھبراتے ہیں اور ڈرتے ہیں،اپنے دل کی بات آزادانہ بیان نہیں کر سکتے۔ملک کے نظم و نسق کے لئے کوئی نمائندہ منتخب کرنے کی انہیں اجازت نہیں ہے۔بسا اوقات تو انہیں نماز پڑھنے تک سے روک دیا جاتا ہے۔مسجد الاقصیٰ کو جو مسلمانوں کا قبلہ اول ہے خطرے میں ڈال دیا گیا ہے،برسوں قبل ایک دن اسے آگ بھی لگا دی گئی۔اس کے بعد وہاں کھدائی کا کام شروع کر دیا اور غیر قانونی حرکتیں انجام دی گئیں۔وہ مسجد الاقصیٰ کو مسلمانوں کے قبلہ اول کو اسلامی تشخص سے محروم کر دینا چاہتے ہیں۔

انسانی نقطہ نگاہ سے فلسطینی خاندانوں کی مظلومیت سے ہر انسان کے دوش پر کچھ

فرائض عائد ہوتے ہیں، ان لوگوں کی مظلومیت سے جو فلسطین کے اندر ہیں۔ ان پر ظلم کے کیسے کیسے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ بڑی حیرت کی بات یہ ہے کہ انسانی حقوق کی یہ تنظیمیں بھی نہیں معلوم کہاں مرگئی ہیں! یہ امریکی اور یہ مغرب والے جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ دنیا میں جمہوریت کا فروغ ان کا فریضہ ہے، اس مسئلے میں بڑی بے آبروئی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ نظروں کے سامنے ایک ایسی قوم ہے جسے اپنے ملک کے کسی بھی معاملے میں کوئی کردار ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے، جس کا کہیں کوئی اثر نہیں ہے اور جس کی کہیں کوئی بات نہیں کی جاتی، یہی ملت فلسطین ہے۔ انسانی زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو ایک طرف یہ مظلوم لوگ اس نسل پرست ظالم حکومت کا سامنا کر رہے ہیں اور دوسری طرف امریکا اور عالمی تنظیموں اور نام نہاد مغربی دانشور ہیں جو جمہوریت کی حمایت کے جھوٹے دعوے کرتے ہیں۔ امن و سلامتی کے نقطہ نگاہ سے اسرائیل، امن و سلامتی کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے، پورے علاقے کی سلامتی کے لئے، کیونکہ اسکے پاس ایٹمی ذخیرہ ہے اور وہ مزید اسلحے بنا رہا ہے! اقوام متحدہ بھی کئی بار انتباہ دے چکی ہے لیکن اسرائیل نے کوئی توجہ نہیں دی ہے۔ اس کی اہم وجہ امریکا کی پشت پناہی اور حمایت ہے۔ یعنی صیہونیوں اور غاصب صیہونی حکومت کے جرائم بڑی حد تک امریکی حکومت کی گردن پر ہیں۔ ان دسیوں سال کے دوران اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے اسرائیل کے خلاف تیس سے زائد قراردادیں منظور کی ہیں لیکن امریکا نے سب کو ویٹو کر دیا۔

اقتصادی لحاظ سے اسرائیل علاقے کے لئے خطرہ ہے۔ فلسطین پر حکم فرما صیہونیوں نے جدید مشرق وسطی کے نام سے ایک نیا شوشہ چھوڑا ہے۔ جدید مشرق وسطی یعنی کیا؟ یعنی یہ کہ مشرق وسطی اسرائیل کی محوریت میں ترتیب پائے اور اسرائیل رفتہ رفتہ عرب ممالک، علاقے کے ممالک اور خلیج فارس کے تیل کی دولت سے مالا مال علاقوں پر اقتصادی تسلط حاصل کر لے! اسرائیلیوں کا ہدف یہ ہے۔ بعض حکومتیں غفلت کی نیند سو رہی ہیں۔ جب ان پر اعتراض ہوتا ہے تو کہتی ہیں کہ اسرائیل سے ہمارے روابط نہیں ہیں، ہم

نے تو صرف ان کے تاجروں کو اپنے ہاں آنے کی اجازت دے دی ہے! اسرائیل کی تو دلی مراد یہی تھی۔ ان (تاجروں) کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اسرائیل امریکا کی حمایت اور اپنے خطرناک اسلحہ خانے کی مدد سے بعض کمزور حکومتوں کی غفلت اور کمزوری کا فائدہ اٹھائے اوران کے اندر قدم جمالے، ان کے اقتصادی و مالیاتی ذخائر پر قابض ہوجائے۔ یہ علاقے کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ یہ سب سے بڑا خطرہ ہے۔ اللہ کبھی وہ دن نہ دکھائے اور انشاء اللہ نہیں دکھائے گا۔ مسلمان ہرگز اجازت نہیں دیں گے کہ ایسا ہو۔ ان تاجروں کا منصوبہ یہی ہے کہ معاشی طاقت کے سہارے ان ملکوں میں طاقت کے تمام مراکز کو اپنے کنٹرول میں لے لیں۔ بنابریں اسلامی نقطہ نگاہ سے، انسانی نقطہ نگاہ سے، اقتصادی نقطہ نگاہ سے، سکیورٹی کے نقطہ نگاہ سے اور سیاسی نقطہ نگاہ سے اس وقت اسرائیل کا وجود، علاقے کی قوموں اور ملکوں کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔

مسئلہ فلسطین اور امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ:

اسلامی تحریک کے آغاز سے اور انیس سو باسٹھ سے ہی جب ایران میں مسئلہ فلسطین ہنوز خواص کے درمیان بھی عام نہیں ہوا تھا، امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ تھا کہ اسرائیلی تسلط کی بابت سب کو محتاط اور ہوشیار ہوجانا چاہئے، سب کو چاہئے کہ اٹھ کھڑے ہوں اور مقابلہ کریں۔ اس کے بعد بھی آپ کا یہ موقف برقرار رہا۔ اس مرد الٰہی کا یہ اہم نعرہ رہا۔ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک سے مسئلہ فلسطین کے پیکر میں ایک نئی جان پڑ گئی اور اسے اسلامی ایمان کا سہارا ملا جو ہمیشہ فداکارانہ جہاد کے ہمراہ ہوتا ہے۔ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی دنیا کی استبدادی طاقتوں سے گھبرا کر مظلوموں کی حمایت بند نہیں کی۔ پورے وقت آپ مسئلہ فلسطین کو بنیادی مسئلہ ہی قرار دیتے رہے۔ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصیت نامے اور بیانوں میں مظلوم قوموں کی ''آواز استغاثہ'' پر لبیک کہے جانے کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ مظلوموں کے حقوق کا صریحی دفاع، ملت فلسطین کے حقوق کے دفاع میں صریحی موقف اور دیگر مظلوموں کی حمایت، یہ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی راہ و روش ہے۔ یہی آپ کا

شیوہ اور یہی آپ کی وصیت ہے۔

ایک فلسطینی مسلم نوجوان کہتا ہے: اس وقت مقبوضہ فلسطین کی جیلوں میں بند قیدی امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کے عشق میں اور اسلامی انقلاب کے عظیم الشان بانی کی شان میں اشعار پڑھتے ہیں۔ ان کالی کوٹھریوں کے اندر تک انقلاب، امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ اور ملت ایران کی مجاہدت کا تذکرہ ہے۔

فلسطین کی حمایت

امت مسلمہ میں اختلاف وانتشار کے نتائج:

اگر آج مسلمانوں کے درمیان اتحاد ہوتا اور اگر وہ اسلام کی روحانیت ومعنویت پر تکیہ کرتے تو دشمن اس طرح کھلے عام فلسطینی قوم کے اس کے گھر کے اندر نہ کچل پاتا۔ فلسطین کے واقعات ہر غیرت مند انسان کے دل کو خواہ وہ بہت زیادہ دیندار نہ بھی ہو، خون کر دیتے ہیں اور اس کا چین وسکون چھین لیتے ہیں۔

فلسطینی قوم کے دفاع اور حمایت کا فریضہ:

مظلوم فلسطینی قوم اور اس کے شجاعانہ ومظلومانہ قیام کا دفاع ہم سب کا اسلامی فریضہ ہے۔ آج ایک مسلم قوم بیچ میدان کارزار سے، خون آلود چہرے کے ساتھ، مسلم امہ کو مدد کے لئے پکار رہی ہے۔ مجھے اس فلسطینی خاتون کی فریاد کبھی نہیں بھولتی جو نامہ نگار کے کیمرے کے سامنے رندھی ہوئی آواز میں ''اے مسلمانو اے مسلمانو!'' پکار رہی تھی۔

تمام مسلمانوں اور عربوں کو چاہئے کہ فلسطینی عوام کے حق دفاع ومزاحمت کی حمایت کریں۔ عالمی اداروں کی سطح پر اس نکتے پر زور دیا جائے کہ بے سہارا عوام جن کے حقوق سلب کر لئے گئے ہیں اور جو غاصبانہ قبضے میں دبے ہوئے ہاتھ پیر مار رہے ہیں، ان کو اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے جد وجہد اور مزاحمت کا حق ہے۔ لہٰذا انتفاضہ کا تسلسل اور

فلسطینی عوام کی استقامت و مزاحمت ان کا قانونی حق ہے جسے عالمی قوانین میں بھی قابل احترام قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ عموماً سامراج اور بڑی طاقتوں کے مفادات کے مطابق ان قوانین کی تفسیر کی جاتی ہے۔

اب مزید یہ نہیں ہوسکتا کہ مسلمان، فلسطینی قوم کی سرکوبی کا نظارہ کریں اور خاموش بیٹھے رہیں۔ اسرائیل کو فہمائش کردی جانی چاہئے کہ فلسطینی عوام اور فلسطینی نشین علاقوں پر حملوں کا تسلسل تمام مسلمانوں اور عربوں کی جانب سے شدید، سنجیدہ اور عملی ردعمل کا موجب بنے گا۔

مسئلہ فلسطین اور عالم اسلام

عالم اسلام کی جانب سے فلسطین کی حمایت:

مسئلہ فلسطین عالمی سطح پر اولیں اسلامی مسئلہ ہے۔ حقیقت میں اس وقت مسلمانوں کی زندگی اور اسلامی علاقوں کا کوئی بھی مسئلہ اتنا بڑا اور اہم نہیں ہے جتنا کہ مسئلہ فلسطین۔ یہ ایک قوم کے رنج والم، مظلومیت اور نقل مکانی کا مسئلہ ہے۔ ایک ملک کو غصب کر لئے جانے کا مسئلہ ہے۔ یہ اسلامی ممالک کے قلب اور اس جگہ کو سرطان میں مبتلا کر دینے کا معاملہ ہے جہاں عالم اسلام کے مشرق ومغرب ملتے ہیں۔ یہ بلا وقفہ جاری ظلم کا مسئلہ ہے جو پے در پے دو فلسطینی نسلوں پر سایہ فگن رہا۔ آج سرزمین فلسطین میں عوامی طاقت پر استوار خونیں اسلامی تحریک، بے ضمیر، انسانیت سے بے بہرہ اور جرائم کے خوگر غاصبوں کے لئے خطرے کی گھنٹی بن گئی ہے۔ دشمن کی چالیں ہمیشہ سے زیادہ پیچیدہ اور خطرناک ہوگئی ہیں۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اس مسئلے کو اب ہمیشہ سے زیادہ سنجیدگی سے لیں اور اس کے بارے میں غور وفکر اور کوئی اقدام کریں۔

بنیادی طور پر یہودی حکومت کی تشکیل یا بہتر الفاظ میں یوں کہا جائے کہ صیہونی حکومت کی تشکیل وہ بھی عالم اسلام کے اس حصے میں دراز مدتی اور طویل المیعاد سامراجی

عزائم کے تحت عمل میں آئی ہے۔ درحقیقت اس حساس علاقے میں ایک حکومت کا قیام، جو قلب عالم اسلام کا درجہ رکھتا ہے یعنی مغربی اسلامی دنیا یعنی افریقہ کو مشرقی اسلامی دنیا یعنی مشرق وسطی اور مشرقی ایشیا سے متصل کرتا ہے اور جو ایشیا، افریقہ اور یورپ کے لئے ایک تراہے کی حیثیت رکھتا ہے، اس ہدف کے تحت عمل میں لایا گیا کہ دراز مدت تک اس وقت کے سامراجیوں کا جن میں برطانوی حکومت سب سے پیش پیش تھی، اسلامی دنیا پر تسلط قائم رہے۔

غاصب حکومت کے مقابلے کا صحیح راستہ وہی ہے جسے آج فلسطینیوں نے اختیار کر رکھا ہے اور جس پر وہ مضبوط قدموں کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ اس مقدس جد و جہد میں ان کی مدد کریں۔ اس وقت مسئلہ فلسطین کے سلسلے مسلمان حکومتوں کی بے توجہی کا کوئی بھی بہانہ اور عذر قابل قبول نہیں ہے۔ غاصب حکومت نے ظلم اور وحشی پن کی حد کر دی ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ اپنے خطرناک توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کے لئے کسی بھی جرم کا ارتکاب کر سکتی ہے۔ فلسطینی قوم کی اسلامی تحریک نے بھی سب پر حجت تمام کر دی ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ دشمن کے بھاری دباؤ اور دوستی کے دعویداروں کی خیانت کے باوجود استقامت و مزاحمت کا پودا خشک نہیں ہوا بلکہ اس کی جڑیں اور بھی گہرائیوں میں اترتی جا رہی ہیں اور یہ بارآور ہوتا جا رہا ہے۔ لہٰذا تمام حکومتوں اور قوموں کے لئے لازمی ہے کہ فلسطین کے اسلامی مسئلے کو اولین اور سب سے بڑا مسئلہ سمجھیں اور اپنی بساط بھر مدد اور تعاون کی کوشش کریں۔

اسلامی مکاتب فکر میں اس سلسلے میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے اور تمام علمائے دین اس پر متفق ہیں کہ اگر دشمنان اسلام اسلامی سرزمین کے کسی ٹکڑے کو اس سے الگ کر دیں اور اس ٹکڑے پر دشمنان اسلام کی حکومت قائم ہو جائے تو ہر ممکن جد و جہد اور سعی و کوشش کے ذریعے اس ٹکڑے کو اسلامی سرزمین سے دوبارہ جوڑنا ہر کسی کا فریضہ سمجھا جانا چاہئے۔

ملت فلسطین کو بھی جس کی جانب عالم اسلام کی توجہات مرکوز ہیں، یاد رکھنا چاہئے کہ مسلم امہ کے دلوں سے اس کے لئے دعائیں اور تعریفی کلمات نکل رہے ہیں، اگر امداد بھیجنے کا راستہ اس وقت کھلا ہوتا تو مسلم امہ امداد بھیجتی۔ خواہ حکومتیں اس سے راضی ہوتیں یا نہ ہوتیں۔ مسلم امہ فلسطین سے دستبردار نہیں ہوسکتی، فلسطینی قوم کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی، فلسطینی نوجوانوں سے چشم پوشی نہیں کرسکتی۔

مسلم حکومتوں کی جانب سے فلسطین کی حمایت:

مسلم حکومتوں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ اس قوم کو اپنے دفاع کے لئے ضروری وسائل فراہم کرائیں اور اسی طرح دنیا میں صیہونیوں کے مفادات کی حفاظت کرنے والوں پر سیاسی دباؤ ڈالیں۔ وہ باہمی اور دوطرفہ روابط، عالمی اداروں، عمومی تقاریر اور خصوصی مذاکرات میں یہ کام کرسکتی ہیں۔ اب جبکہ جارح اپنے جرائم سے دستبردار ہونے پر تیار نہیں ہے تو فلسطینی قوم کو جوحق پر ہے اور جو اپنے حقوق کا دفاع کر رہی ہے، یہ توانائی ملنی چاہئے کہ اپنا دفاع کر سکے۔

ملت ایران کی جانب سے فلسطینی قوم کی حمایت:

ایرانی قوم سامراج کی چکی میں پسنے والی مظلوم قوموں کی ہمیشہ سے حامی رہی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ ایرانی عوام نے ہمیشہ جرائم پیشہ صیہونیوں کے خلاف فلسطین کی مجاہد و دانشمند قوم کا ساتھ دیا ہے اور ساتھ دیتی رہیں گے، وہ اپنے فلسطینی بھائیوں سے کہتے ہیں کہ راہ خدا پر پیش قدمی یعنی غاصب دشمن اور اس کے حامیوں سے جنگ کو اللہ تعالی کی ذات پر توکل اور اعتماد کے ساتھ غاصب صیہونی حکومت کے خاتمے تک جاری رکھیں۔ ایران کی عظیم قوم اور باایمان رضا کارفورس فلسطینی قوم کے دفاع کو دینی فریضہ سمجھتی ہے اور اللہ تعالی کی راہ پر چلتے ہوئے کسی بھی ہدف کو دسترسی سے باہر نہیں مانتی۔

فلسطین کی حمایت میں تشہیراتی مہم سے استفادہ:

دوسری عالمی جنگ کے بعد یہودیوں نے پوری دنیا میں اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹنے کے لئے سینکڑوں بلکہ ہزاروں فلمیں بنا ڈالیں تا کہ انہیں مظلوم اور ان کے مدمقابل کھڑے افراد کو ظالم وستمگر سمجھا جائے۔آج ملت فلسطین پر جو مظالم ہو رہے ہیں کبھی بھی کسی قوم کے ساتھ نہیں ہوئے جبکہ عالمی رائے عامہ کو اس کی اطلاع بھی نہیں ہے۔اسے صحیح طور پر منظر عام پر لانا چاہئے۔فلمیں بنائی جانی چاہئے،فن و ہنرے کا سہارا لیکر عالمی رائے عامہ کو حالات سے واقف کرایا جانا چاہئے۔

مسئلہ فلسطین کا حل

مسئلہ فلسطین کا سفارتی حل:

مسئلہ فلسطین کو حل کرنے کے لئے ہمیشہ سے دو طریقوں کی تجویز دی گئی جن میں ایک صحیح راہ حل ہے اور دوسری غلط۔۔غلط راہ حل یہ ہے کہ اسی غاصب حکومت کے ساتھ، جو نہ تو انسانی اقدار کو خاطر میں لاتی ہے اور نہ ہی عالمی قوانین کو درخور اعتنا سمجھتی ہے،جس کی نظر میں عالمی اداروں کی قراردادوں کی بھی کوئی وقعت نہیں ہے، مذاکرات کئے جائیں اور مل جل کر کسی ایک نتیجے پر پہنچا جائے۔ یہ راہ حل جس شکل میں بھی سامنے آئے غلط ہے۔ اسرائیل نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اپنے کسی بھی دستخط کا پابند نہیں ہے۔اگر انہوں نے اتفاق رائے بھی کر لیا ہے اور اس پر دستخط بھی کر دیئے ہیں تب بھی وہ اس کے پابند نہیں رہتے۔ یہ کہ جارح کے منہ میں ایک اور لقمہ ڈالا جائے تا کہ وہ اور طاقتور ہو کر اگلا قدم اٹھا سکے، راہ حل نہیں ہے۔ یہ فلسطین کا ساٹھ سالہ تجربہ ہے۔اقوام متحدہ میں قرارداد منظور ہوئی۔امریکا نے بھی جو صیہونیوں کی حمایت کرتا رہا ہے اس پر دستخط کئے تاہم یہ غاصب حکومت ان قراردادوں پر عمل کرنے سے مکر گئی۔

منطقی راہ حل یہ ہے کہ جسے دنیا کے سارے بیدار ضمیر افراد اور وہ لوگ جو عصری اصولوں سے واقف ہیں، تسلیم کرتے ہیں بلکہ وہ اسے تسلیم کرنے پر مجبور ہیں، وہ ہے خود فلسطینی عوام کی رائے لینا ان تمام لوگوں سے جو فلسطین سے نقل مکانی کرنے پر مجبور ہوئے، البتہ وہ لوگ جو اپنی سرزمین اور اپنے گھروں کو لوٹنے پر مائل ہیں۔ یہ ایک منطقی بات ہے۔ یہ لوگ جو لبنان، اردن، کویت، مصر اور دیگر عرب ممالک میں سرگرداں ہیں وہ اپنے ملک اور اپنے گھر لوٹیں۔ انیس سو اڑتالیس سے قبل جو لوگ بھی فلسطین میں آباد تھے خواہ وہ مسلمان ہوں، عیسائی ہوں یا یہودی، سب کی خواہش معلوم کی جائے۔ یہ لوگ ایک ریفرنڈم میں شرکت کر کے فلسطینی سرزمین کے لئے حکومت کا تعین کریں۔ یہ جمہوری عمل بھی ہے۔ ساری دنیا کے لئے جمہوریت اچھی ہے تو فلسطینی عوام کے لئے کیوں اچھی نہیں ہے؟! کیوں دنیا بھر کے عوام کو اپنی تقدیر اور مستقبل کے فیصلے میں دخیل ہونے کا حق ہے اور فلسطینی عوام کو یہ حق نہیں؟! آج فلسطین میں جو حکومت قائم ہے اس کے بارے میں کسی کو ذرہ برابر شک و شبہ نہیں ہے کہ طاقت کے زور پر اور مکر و حیلے کے ذریعے اس کا قیام عمل میں آیا ہے، اس میں کسی کو کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ صیہونی امن و آشتی کے طریقے سے اقتدار میں نہیں آئے ہیں، کچھ تو مکر و فریب کے ذریعے اور کچھ دیگر اسلحے کے زور پر اقتدار میں پہنچے ہیں۔ بنابریں یہ ایک مسلط کردہ حکومت ہے۔ فلسطینی مجتمع ہوں، ووٹ دیں اور یہ فیصلہ کریں کہ ان کے ملک میں کیسی حکومت تشکیل پائے۔ پھر ویسی ہی حکومت قائم ہو اور انیس سو اڑتالیس کے بعد سرزمین فلسطین میں آ کر بسنے والوں کے بارے میں فیصلہ کیا جائے۔ پھر وہ جو بھی فیصلہ کریں۔ اگر یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ لوگ یہیں باقی رہیں تو وہ باقی رہیں اور اگر فیصلہ کیا گیا کہ یہ لوگ یہاں سے واپس جائیں تو واپس جائیں۔ یہ عوامی فیصلہ بھی ہوگا اور جمہوری عمل کا تقاضا بھی اس سے پورا ہوگا، یہ انسانی حقوق کی پاسداری بھی ہوگی اور دنیا کے عصری اصولوں پر عمل آوری بھی۔

صیہونی حکومت پر دباؤ:

جب غاصب میٹھی زبان سے منطقی و معقول راہ حل کو تسلیم نہ کرے تو پھر معاملے کے تمام فریق اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی سمجھیں اور محسوس کریں۔ عرب حکومتیں بھی، اسلامی حکومتیں بھی، دنیا بھر کی مسلمان قومیں بھی، خود ملت فلسطین بھی اور عالمی ادارے بھی۔ ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ اس منطقی راہ حل کو عملی جامہ پہنانے پر اصرار کرے۔ کچھ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ یہ سب خیالی باتیں ہیں، عملی طور پر ایسا کرنا ناممکن ہے۔ جی نہیں! ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ بحر بالٹک کے ممالک چالیس سال تک سابق سویت یونین کا جز بنے رہنے کے بعد دوبارہ آزاد ہو گئے۔ قفقاز کے علاقے کے ممالک سویت یونین کی تشکیل سے تقریباً سو سال قبل روس کے زار حکمرانوں کے زیر نگیں تھے، وہ بھی آزاد ہو گئے۔ اس وقت قازقستان، آذربائیجان، جارجیا، اور دیگر ممالک آزاد و خود مختار ممالک بن چکے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ ممکن ہے۔ لیکن اس کے لئے عزم و ارادے اور جرأت و دلیری ضروری ہے۔ قومیں دلیر بھی ہیں، وہ کسی سے نہیں ڈرتیں، وہ آمادہ بھی ہیں تو ایسے میں اب باری ہے حکومتوں کے فریضے کی انجام دہی کی۔ ان میں بھی سب سے پہلے عرب حکومتوں کی ذمہ داری ہے۔ آج عرب حکومتیں آگے بڑھ کر مسئلہ فلسطین میں اپنے عوام کی بھرپور حمایت حاصل کر سکتی ہیں، اپنی مقبولیت بڑھا سکتی ہیں۔ اگر کسی حکومت کو اپنے عوام اور قوم کی حمایت و تائید حاصل ہو تو امریکا اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ پھر آپ کو امریکا سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، پھر اسے امریکا کے اشارہ ابرو پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

تیل کا بطور حربہ کا استعمال:

جو بڑے قدم عرب حکومتیں اٹھا سکتی ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ تیل برآمد کرنے والے ممالک تیل کے ہتھیار کو استعمال کریں۔ مغرب والوں نے دنیا بھر میں یہ جو واویلا مچا رکھا ہے کہ تیل کو اسلحے کے طور پر استعمال نہ کیا جائے، درست نہیں ہے۔ تیل قوموں کی دولت ہے اور اسے ان کے مفادات کے لئے استعمال کیا جانا چاہئے۔ امریکی تو گندم اور دیگر غذائی اشیاء تک کو اسلحے کے طور پر استعمال کر چکے ہیں اور کچھ جگہوں پر آج بھی کر رہے

ہیں تو پھر عرب اور مسلمان ملکوں کو یہ حق کیوں نہیں ہے؟ علامتی اقدام کے طور پر ملت فلسطین کی حمایت میں صرف ایک مہینے کے لئے ان ممالک کو تیل کی برآمد روک دیں جن کے اسرائیل سے دوستانہ تعلقات ہیں۔ آج دنیا کے پاس حرکت، روشنی اور انرجی، زندگی کے تین اہم عنصر ہیں اور وہ ان تینوں کو مسلم ممالک کے تیل سے حاصل کرتی ہے۔ اگر انہیں تیل نہ دیا جائے تو کارخانوں کی حرکت، روشنی اور حرارت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔

ملت فلسطین کی مالی امداد:

فلسطینیوں کی مالی مدد صرف حکومتوں سے مخصوص نہیں ہے کہ کسی حکومت کے اس اعلان کا انتظار کیا جائے کہ ''جناب ہم نے دس ملین ڈالر، بیس ملین ڈالر یا پچاس ملین ڈالر دے دیئے ہیں'' جس کے بارے میں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ رقم کہاں دی گئی ہے، کس طرح دی گئی ہے، کس کو دی گئی ہے۔ آج فلسطینی قوم غذائی اشیاء کی محتاج ہے، دوا کی محتاج ہے۔ فلسطینی قوم کوئی فقیر قوم نہیں ہے۔ عظیم قوم ہے لیکن دشمن کے تسلط میں جکڑی ہوئی ہے۔ سب کا فریضہ ہے کہ اس کی مدد کریں۔ فرض کیجئے کہ اگر پورے عالم اسلام میں، ایران اور دیگر ممالک میں ہر شخص ہزار تومان (ایک ڈالر سے کچھ زیادہ) فلسطینی عوام کو بطور امداد دے تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیا ہوگا؟! ایک ہزار ارب تومان (ایک ارب ڈالر) کا فلسطینی عوام اور ان کی زندگی پر کیا اثر ہوگا؟! ان کے لئے غذائی اجناس، دوائیں، وسائل اور استقامت و مزاحمت کے لئے ضروری تمام اشیاء مہیا کی جانی چاہئے۔

فلسطین کی نجات کا راستہ:

گذشتہ چند عشروں کے دوران غاصب حکومت کی جانب سے فلسطینی ریاست اور عوام پر مصیبتوں کا جو بوجھ لاد دیا گیا ہے وہ اس نتیجے تک پہنچنے کے لئے کافی ہے کہ دنیا کی تسلط پسند طاقتوں اور علاقے میں ان کے اتحادیوں کی مدد سے فلسطین کی نجات کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی۔

ایران کے عظیم اسلامی انقلاب نے ثابت کر دیا ہے کہ بڑی مشکلات کے حل کی کنجی خود قوموں کے پاس ہے۔ یہ انسانوں کا ارادہ ہے جو اللہ تعالی پر توکل اور وعدہ الٰہی پر اعتماد کی صورت میں دنیا کی تسلط پسند طاقتوں کی تدابیر اور خواہشات پر غالب آ جائے گا۔ دنیا کے مختلف علاقوں میں رونما ہونے والے واقعات سے قوموں کے کردار کی اہمیت و افادیت پہلے سے زیادہ آشکارا ہو گئی ہے۔ فلسطین پر غاصبانہ قبضہ کرنے والی درندہ صفت صیہونی حکومت کے مقابلے میں فلسطینی قوم کا عزم محکم ہی ٹک سکتا ہے اور شجاعانہ مزاحمت کے ذریعے ہی دشمن کو پسپائی اختیار کرنے اور شکست تسلیم کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ عرب سربراہان مملکت کی کانفرنسوں اور اجلاسوں سے فلسطینی قوم اپنی آزادی و مسلمہ حقوق کی بحالی کی امیدیں وابستہ نہ کرے اور وہ کر بھی نہیں سکتی۔ یہ نشست و برخاست فلسطینیوں کے لئے اگر شوم اور زیاں آور نہیں تو بے فائدہ اور لا حاصل ضرور ہے۔

فلسطینی قوم کی نجات کا واحد راستہ، مزاحمت و استقامت:

اقوام متحدہ، تسلط پسند طاقتوں اور خاص طور پر صیہونی حکومت کی خوش آمد کر کے فلسطین کو نجات نہیں دلائی جا سکتی۔ نجات کا واحد راستہ استقامت و مزاحمت ہے۔ فلسطینیوں کا اتحاد اور کلمہ توحید ہی، جو جہادی تحریکوں کا بیکراں ذخیرہ ہے، کارساز ہے۔

اس مزاحمت کے ستون ایک طرف فلسطین کی مجاہد جماعتیں، باایمان عوام ہیں جو فلسطین کے اندر اور باہر سرگرم عمل ہیں اور دوسری طرف دنیا بھر کی مسلمان اور عرب حکومتیں بالخصوص علمائے دین، دانشور، سیاستدان اور یونیورسٹی سے وابستہ حلقے ہیں۔ اگر یہ دونوں مستحکم ستون اپنے مقام پر کھڑے ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ بیدار ضمیر و دل و اذہان جو سامراج اور صیہونزم کی ابلاغیاتی شہنشاہیت کے افسوں سے مسحور نہیں ہوئے ہیں، دنیا کے ہر گوشے میں صاحب حق اور مظلوم کی مدد کے لئے دوڑ نہ پڑیں اور سامراجی نظام پر افکار و جذبات و عملی اقدامات کے سیلاب کی یلغار نہ ہو جائے۔ فلسطینی عوام اور مجاہدین کا صبر اور ان کی استقامت اور پورے عالم اسلام سے ان کی ہمہ جہتی حمایت سے فلسطین پر

غاصبانہ قبضے کے شیطانی طلسم کو توڑا جاسکتا ہے۔ امت مسلمہ کی عظیم توانائیاں فوری حل طلب مسئلہ فلسطین سمیت عالم اسلام کے تمام مسائل کو حل کر سکتی ہیں۔

ملت فلسطین کی بیداری:

خوش قسمتی سے ملت فلسطین کی اسلامی بیداری سے بہت حد تک مستقبل کے افق واضح اور نمایاں ہو گئے ہیں۔ آج نئی فلسطینی نسل قوت ایمانی کے سہارے اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جدو جہد کر رہی ہے۔ یہ بڑا امید افزا جہاد ہے۔ یہ بات بالکل نمایاں ہو گئی ہے کہ دشمن خواہ وہ صیہونی حکام ہوں، امریکہ ہو، اسرائیل کے دیگر حامی ہوں یا علاقائی خائن عناصر اس نئی لہر سے سراسیمہ اور دہشت زدہ ہو گئے ہیں۔ وہ تحریک کی حقیقی سمت پر پردہ ڈالنے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ دین ہی فلسطین کو نجات دلا سکتا ہے۔ اسلام فلسطین کو جارحوں کے چنگل سے چھڑا سکتا ہے۔

فلسطین کی نئی نسل کو اس حقیقت کا ادراک ہو گیا ہے کہ اگر وہ اپنے اوپر مسلط کر دی جانے والی ذلت و رسوائی اور زبوں حالی و شدید دباؤ سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہے تو اسے مزاحمت و استقامت کے راستے پر چلنا ہوگا۔ مذاکرات کی میز پر بیٹھنا کارساز نہیں ہے۔ مذاکرات کاروں کو اب تک کچھ بھی ہاتھ نہیں لگ سکا ہے۔

عرب نیشنلزم اور مسئلہ فلسطین

کبھی کبھار سننے میں آتا ہے کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ فلسطین عربوں کا مسئلہ ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ مقصود ہے کہ عربوں میں اس مسئلے کے تعلق سے قوی قومی جذبہ پایا جاتا ہے اور وہ زیادہ خدمت اور جدو جہد کرنے کے لئے آمادہ ہیں تو یہ اچھی اور پسندیدہ چیز ہے۔ لیکن اگر اس سے یہ مراد ہے کہ بعض عرب ممالک کے حاکم فلسطینی عوام کی آواز استغاثہ پر ذرہ برابر توجہ نہ دیں اور غزہ کے المیہ جیسے اہم ترین معاملات میں غاصب و ظالم دشمن سے تعاون کریں اور ان افراد پر تیوریاں سکوڑیں جو فرض شناسی کے جذبے کے

باعث ہر لحہ مضطرب ہیں، ان سے کہیں کہ آپ کو غزہ کی امداد کی کیا پڑی ہے؟ تو اس صورت میں کوئی بھی مسلمان اور کوئی بھی غیور اور باضمیر عرب اس بات کو قبول نہیں کرے گا اور ایسی بات کرنے والے کی مذمت اور سرزنش کئے بغیر نہیں رہے گا۔

آشتی وساز باز

آشتی کا حربہ:

اس وقت صیہونیوں اور ان کے حامیوں کا جن میں سب سے پیش پیش امریکی حکومت ہے، ایک اہم حربہ یہ ہے کہ صلح ومفاہمت کے دلکش لفظ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آشتی وصلح اچھی چیز ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کہاں اور کس سے آشتی ہو؟! ایک آدمی آپ کے گھر میں زبردستی گھس آیا ہے، اس نے طاقت لگا کر آپ کے گھر کا دروازہ توڑ دیا ہے، اس نے آپ سے مار پیٹ کی ہے، آپ کی اولاد اور ناموس پر حملہ کیا ہے، اس نے آپ کے تین کمروں میں سے دو کمروں اور تیسرے کمرے کے نصف حصے پر قبضہ کر لیا ہے، اس پر بھی ستم بالائے ستم یہ کہ اسے اس پر اعتراض ہے کہ آپ لوگوں سے اس کی شکایت کیوں کر رہے ہیں، آپ مسلسل جھگڑا کیوں کر رہے ہیں، تنازعہ کیوں کھڑا کر رہے ہیں، آیئے آپس میں مفاہمت کر لیتے ہیں۔ اسے مفاہمت کہتے ہیں؟! جارحیت اس حکومت کی ماہیت وسرشت میں شامل ہے۔ صیہونی حکومت کی تو تشکیل ہی تشدد، قسی القلبی اور طاقت کے استعمال کی بنیاد پر ہوئی ہے اور اسی بنیاد پر وہ آگے بڑھ رہی ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے اس نے کوئی پیشرفت کی ہے نہ کر پائے گی۔

مطالبہ یہ ہے کہ اس حکومت سے آشتی و مفاہمت کر لیجئے! اگر وہ اپنے حق پر قناعت کر لیں، یعنی فلسطین کو جو فلسطینیوں کا خانہ وآشیانہ ہے ان کے حوالے کریں اور اپنا راستہ لیں یا فلسطینی حکومت سے اجازت لیں کہ ہم میں سے کچھ یا ہم سب یہیں رہ جائیں تو

ان سے کوئی جنگ نہیں کرے گا۔ جنگ تو تب ہوتی ہے جب غاصب دوسروں کے گھروں میں داخل ہو جاتے ہیں، انہیں ان کے گھروں سے باہر نکال دیتے ہیں اور اس کے بعد بھی ان پر مظالم کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس وقت وہ علاقے کے تمام ممالک پر ظلم کر رہے ہیں اور پورے علاقے کے لئے ایک خطرے میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ بنابریں یہ آشتی بھی کرتے ہیں تو وہ آئندہ کی جارحیت کی تیاری اور مقدمہ ہوتی ہے۔ اگر انہوں نے مفاہمت کر لی ہے تو یہ درحقیقت آگے چل کر کسی اور انداز سے کسی درسری جارحیت کا مقدمہ بنے گی۔

اسرائیل سے فلسطین کی مفاہمت کا منصوبہ:

ایک اہم ایشو جو آج کل اٹھایا جا رہا ہے اور جس کا مقصد یہ ہے کہ مسئلہ فلسطین کو فراموش کر دیا جائے اور عالم اسلام کی رائے عامہ کو اسے موضوع بحث بنانے سے روکا جا سکے، یہی نام نہاد امن مذاکرات ہیں جو ایک فلسطینی گروہ اور اسرائیلیوں کے مابین جاری ہیں، یعنی ساز باز کا مسئلہ یعنی نام نہاد خود مختار فلسطینی ریاست کے قیام کا مسئلہ ہے۔ یہ بھی اسرائیلیوں کا ایک مذموم حربہ اور جال ہے جس میں بدقسمتی سے کچھ مسلمان بلکہ کچھ فلسطینی بھی گرفتار ہو گئے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان لوگوں کے مذاکرات کے تمام تر مفروضے اور اسرائیلیوں کے وعدے عملی جامہ پہن لیں تب بھی اس فلسطینی گروہ کو جو حاصل ہوگا وہ چار فیصدی سے کچھ زیادہ زمین ہے! یعنی اس فلسطینی سرزمین سے جو فلسطینیوں کا حق اور ملکیت ہے جس کے مالک فلسطینی ہیں اس کا محض چار فیصدی ان کو ملے گا۔ یہ چار فیصدی بھی کیسا؟! یہ چار فیصدی بھی اکٹھا نہیں بلکہ پراگندہ ٹکڑوں کی شکل میں ہے۔ جن لوگوں سے اسرائیلیوں نے کہا بھی ہے کہ آپ آیئے اور اپنی حکومت تشکیل دیجئے انہیں بھی ہرگز اجازت نہیں دی ہے کہ ایک حکومت کی طرح کام کر سکیں۔ ان سے کہا ہے کہ آپ فلاں جگہ موجود رہئے اور اس بات کا خیال رکھئے کہ وہاں کے فلسطینی اسرائیل کے خلاف سرگرمیاں انجام نہ دے سکیں! یعنی پراگندہ علاقوں کو جس کا نظم و نسق چلانا انتہائی مشکل ہے، ایک آدھے ادھورے ملک کی حیثیت سے ان کے حوالے کر دیا! اس کے بدلے اس فلسطینی گروہ کو کیا کرنا ہے۔ یہ

کرنا ہے کہ فلسطین کے سکیورٹی اداروں کے ساتھ ہی وہ بھی مجاہد فلسطینیوں کے خلاف کارروائیاں کرے! فلسطینیوں کے نام پر یہ حرکتیں کرنے والوں کی خیانت دوسری سبھی خیانتوں سے، جو اب تک فلسطینیوں کے ساتھ ہوئی ہے، زیادہ مذموم اور بھیانک ہے! انہوں نے عوام کے لئے نہ کوئی کام کیا ہے اور نہ کر سکتے ہیں۔

عرب اسرائیل مفاہمت کا فلسفہ:

عرب حکومتیں کہتی تھیں کہ ہم فلسطینیوں سے زیادہ فلسطینی تو نہیں بن سکتے! جو وہ چاہتے ہیں وہی ہونا چاہئے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مسئلہ فلسطین، عالم اسلام کا مسئلہ ہے۔ اس میں سیاسی، اقتصادی اور سیکورٹی کے پہلوؤں کے ساتھ ہی الٰہی و اسلامی فرائض کا پہلو بھی ہے۔ جو شخص اللہ تعالی پر ایمان و ایقان نہیں رکھتا وہ اگر صرف فلسطینی عوام کے لئے کام کرنا چاہتا ہے تو اسے دیکھنا چاہئے کہ فلسطینی عوام کیا کہتے ہیں۔ آج ملت فلسطین کو دیکھنا ہے تو ان افراد کو دیکھئے جو گرفتار ہونے کے بعد غاصب حکومت کی جیلوں میں قید ہیں اور ان کے دسیوں گنا افراد سڑکوں، مسجد الاقصیٰ، بازاروں اور پوری سرزمین فلسطین میں صدائے احتجاج بلند کر رہے ہیں، کارروائیاں کر رہے ہیں۔ ایک چھوٹی سی اقلیت جس نے لالچ میں آکر ساز باز کر لی ہے، اسے ملت فلسطین کا نام نہیں دیا جا سکتا کہ یہ کہا جائے کہ ہم فلسطینیوں سے زیادہ تو فلسطینی نہیں ہیں۔

پہلی تحریک انتفاضہ کی ناکامی کے اسباب:

انتفاضہ اوّل کے زمانے میں ساز باز اور مفاہمت کا ماحول علاقے پر چھایا ہوا تھا۔ کچھ لوگ امریکا کے دام میں اسیر تھے اور کچھ دیگر کا یہ خیال تھا کہ اتنے بڑے پیمانے پر عالمی سیاسی دباؤ اور پروپیگنڈے کا سامنا نہیں کیا جا سکتا اور مفاہمت کی راہ کو وہ بھی امریکا اور اسرائیل کے شرائط پر قبول کر لینے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس وقت علاقے میں جو تبدیلیاں ہوئیں اس سے اس خیال کی تقویت کی زمین فراہم ہوگئی۔

اس وقت یعنی انتفاضہ اوّل کے موقع پر اسرائیل کے سلسلے میں دو طرح کے طرز عمل کی بات کی جاتی تھی: ایک تو یہ کہ عرب افواج اسرائیل کے مقابلے پر ڈٹ جائیں لیکن اس چیز کے تمام تجربات ناکام ثابت ہو چکے ہیں، دوسرا طرز عمل وہ تھا جس سے اسرائیل کی خواہشات پر امن طریقے سے پوری ہوتی تھیں اور اس کے بدلے اسے مقبوضہ علاقے کے ایک چھوٹے سے حصے سے عقب نشینی کرنا پڑتی جیسا کہ کیمپ ڈیوڈ میں ہوا۔ اس زمانے میں مزاحمت و استقامت کا موضوع زیادہ مقبول نہیں تھا اور یہی کہا جاتا تھا کہ اسے عوامی حمایت حاصل نہیں ہو پائے گی۔

اوسلو معاہدے کے نتائج:

فلسطینی عوام کو پچھلی تحریک انتفاضہ میں بہت بڑے نقصانات کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں اسلامی سرزمین کی آزادی اور اسلام کی راہ میں بڑی تعداد میں شہدا کی قربانی دینا پڑی اور سرانجام اوسلو مذاکرات نے اس سب پر پانی پھیر دیا۔ آج عالم یہ ہے کہ اوسلو معاہدے کے نظریہ پرداز اور اس کی حمایت کرنے والے بھی اس پر بات کرنے سے کتراتے ہیں کیونکہ انہیں علم ہو گیا ہے کہ اسرائیل صرف اپنی مشکل حل کرنا چاہتا تھا۔ یعنی سنگ بدست مجاہدین سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا اور اپنی کمزوریاں دور کرنے کی فکر میں تھا۔ اس نے مراعات کے نام پر معمولی ترین چیز جو فلسطینیوں کو دی اس کا واحد مقصد تحریک انتفاضہ کے شعلے کو خاموش کرنا اور اپنی کمزوریوں کو دور کرنا تھا۔ جیسے ہی اسے اپنے حالات معمول پر نظر آئے اور اسے یہ غلط فہمی ہوئی کہ فلسطینی عوام میں اب دوبارہ تحریک انتفاضہ شروع کرنے اور اس سے ٹکرانے یا مزاحمتی کاروائیاں کرنے کی توانائی نہیں رہ گئی ہے اس نے وہ معمولی رعایتیں دینا بھی بند کر دیا اور اپنی توسیع پسندانہ ماہیت کو آشکارا کر دیا۔ اوسلو معاہدے کے عمل نے فلسطینی عوام کو ایسی حالت میں پہنچا دیا کہ انہیں پوری طرح احساس ہو گیا کہ قیام کرنے کے علاوہ ان کے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔

فلسطینی اہداف اور امنگوں سے غداری:

کوشش یہ ہو رہی ہے کہ فلسطین نام کی کوئی چیز ہی کسی کے ذہن میں باقی نہ رہے۔ گویا فلسطین نام کی کوئی سرزمین تھی اور نہ ہی اس سرزمین کی مالک کوئی قوم! اس طرح کی تیاریاں کی گئی ہیں۔ انسان حیرت وافسوس کے سمندر میں غوطے لگاتا ہے جب یہ دیکھتا ہے کہ بعض لوگ اس چیز کو تسلیم بھی کر رہے ہیں، یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ دنیا میں کہیں کوئی ایسا شخص ملے گا جو اتنی عجیب وغریب، سراسر ظالمانہ و ابلہانہ چیز کو قبول کر لے، لیکن ایسا دیکھنے میں آ رہا ہے۔ ایک نام نہاد فلسطینی گروہ کو لا کر عظیم سرزمین فلسطین کے چھوٹے سے حصے میں جو اس کا چار فیصدی ہے اسے ایک جھوٹا اور ناقص اقتدار دے رہے ہیں اور اس کے بدلے اس سے جو مطالبہ ہے وہ یہ ہے کہ مسئلہ فلسطین، سرزمین اور قوم کا مسئلہ پوری طرح فراموش کر دیا جائے۔ اگر کوئی شخص فلسطینی قوم، فلسطینی ریاست یا فلسطین کی تاریخ کی بات زبان پر لائے تو یہی گروہ جس نے یہ خسارت بار معاہدہ کیا ہے اس شخص کی سرکوبی کرے۔

فلسطین سے عرب حکام کی غداری:

صیہونی حکومت، اس کے حامیوں اور ان میں سرفہرست امریکہ نے مفاہمت و آشتی کے نعرے کے ذریعے جس کا مقصد صرف اور صرف فلسطین پر غاصبانہ قبضے کو مستحکم تر بنانا ہے، اپنے حریفوں سے جہاں تک ممکن تھا اپنی پیروی کرائی۔ بعض مسلم حکومتوں نے ہراول دستے کی حیثیت رکھنے والے ملکوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپ دیا! اکثر عرب حکام کی حمایت آمیز خاموشی جو کہیں کہیں صریحی خیانت کا مظہر بھی رہی ہے علاوہ ازیں ملت فلسطین کی قیادت کے دعویداروں کے ذلت وخیانت آمیز موقف، ظلم وجارحیت وخیانت کی زنجیر کی ایک کڑی ہے جس کا مقصد اسلامی سرزمین فلسطین کو ہمیشہ غاصبانہ قبضے میں اور یہاں بسنے والی مظلوم قوم کو ہمیشہ قید و بند کی صعوبتوں میں باقی رکھنا ہے۔

بہت سی عرب حکومتوں کی غدارانہ خاموشی اور ساز باز اور ان میں بعض حکومتوں کا

مسئلہ فلسطین اور فلسطین کے انجام اور مستقبل کے سلسلے میں لاتعلقی اور بے حسی کا مظاہرہ باعث بنا ہے کہ غاصب صیہونی حکومت برسوں کی پردہ پوشی حتیٰ انکار کے بعد اب دوبارہ وسیع اسرائیل کی خواہش زبان پر لانے لگی ہے اور بڑی بے حیائی اور بھونڈے پن کے ساتھ اسلامی سرزمینوں کے کسی اور حصے پر قبضہ کرنے کی اپنی پلید نیت کا اظہار کر رہی ہے۔

مزاحمت و استقامت

قوموں کی طاقت:

سامراج کو یہ علم نہیں کہ ایک ایسی طاقت بھی موجود ہے جو ان کے ہتھیاروں کی طاقت سے بالاتر ہے اور وہ ہے قوموں کی طاقت، انسانوں کی طاقت۔ جو قوم بھی فکری بنیاد، عزم راسخ اور منطقی اصولوں کی حامل ہوگی اور اپنے منطقی اصولوں کے لئے عزم راسخ کے ساتھ ڈٹ جائے گی اسے ایٹمی طاقت ہو یا اس سے بھی بڑی اور چھوٹی کوئی دوسری طاقت، مغلوب نہیں کر سکتی۔ ان لوگوں نے قوموں کی طاقت کو اور خدائے قدیر کی قوت کو جو قوموں کے عزم و ارادے اور جرأت عمل کی پشت پناہ ہوتی ہے، معمولی سمجھ لیا ہے۔ (**کلا نمد هولاء و هولاء**) جو جماعت بھی ان اہداف کے لئے جس پر اس کا عقیدہ ہے کام کرتی ہے اللہ تعالی اس کی نصرت و مدد کرتا ہے۔ اور اگر وہ جماعت اور قوم اللہ تعالی پر ایمان رکھتی ہو تو پھر اس سے ٹکرانا اور اسے شکست دینا دس گنا زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔

شجاع ملت فلسطین کا جہاد:

اس وقت ملت فلسطین نے جو جد و جہد شروع کی ہے وہ دو فوجوں کے مابین ہونے والی جنگ نہیں ہے کہ کہا جائے کہ فلاں فوج کے پاس دس ٹینک ہیں اور دوسری کے پاس اس تعداد میں ٹینک ہیں۔ پہلی کے پاس زیادہ ہیں یا دوسری کے پاس زیادہ ہیں۔ یہ تو ان افراد کے جسم و جان کے ذریعے لڑی جانے والی جنگ ہے جو موت کو بازیچہ اطفال سمجھتے

ہیں۔ غاصب صیہونی حکومت کی فوج کے مقابلے پر آنے والا ایک فداکار و جاں نثار جوان اس پر پورے ایک لشکر کا خوف طاری کر دیتا ہے۔ اس جوان کا جواب نہ ٹینک و میزائل سے دیا جا سکتا ہے اور نہ طیارے اور آپاچی ہیلی کاپٹر سے۔ جب کوئی انسان خواہ وہ تن تنہا ہو، موت سے نہ ڈرے اور خود کو اللہ تعالی اور اپنے فریضے کی راہ میں فداکاری و جاں نثاری کے لئے آمادہ کر لے تو وہ بے انصاف دنیاداروں کے لئے بہت بڑا خطرہ بن جاتا ہے۔

یہ شہادت پسندانہ کاروائیاں محض جذباتی کاروائیاں نہیں ہیں۔ ان کا سرچشمہ اسلام، یوم قیامت اور موت کے بعد کی زندگی پر ایمان ہے۔ جہاں بھی اسلام اپنے حقیقی معنی میں موجود ہے، سامراج کے خلاف یہ خطرہ وہاں ضرور پایا جائے گا۔ فلسطین پر قبضہ کرنے کے لئے سامراج، اسلام سے جنگ کرنے پر مجبور ہے اور اس جنگ سے اسے کچھ بھی حاصل ہونے والا نہیں ہے۔

واقع امر یہ ہے کہ ایک قوم کو اس کے گھر بار اور خانہ و کاشانے سے محروم کر دیا گیا ہے، اس قوم کو پورا حق ہے کہ واپس جائے اور اپنا گھر واپس لے۔ یہ حق کے لئے لڑی جانے والی جنگ ہے۔ امریکہ اس جد و جہد کو دہشت گردی کا نام دیتا ہے لیکن فلسطینی مجاہدین کے خلاف جاری صیہونی خباثتوں کو دہشت گردی نہیں مانتا۔

ملت فلسطین وہ مظلوم قوم ہے جو مظلومیت کے ساتھ ہی شجاعت کا مظہر بھی ہے۔ یہ قوم عالم غربت میں خالی ہاتھ بھی بڑی شجاعانہ جنگ کر رہی ہے اور اس نے دنیا کی مادی طاقتوں کو جو سرکوبی اور قتل عام کے تمام تر وسائل سے لیس ہیں بے دست و پا کر کے رکھ دیا ہے۔

صیہونی حکومت سے جنگ کے بنیادی محور:

غاصب صیہونی حکومت سے جنگ کی بنیادی روش یہ ہونا چاہئے:

مقبوضہ علاقے کی حدود کے اندر غاصب حکومت کو قیدی بنا دینا، اس کے لئے سیاسی و اقتصادی عرصہ حیات تنگ کر دینا اور اطراف سے اس کا رابطہ منقطع کر دینا۔

حتمی کامیابی مل جانے تک فلسطینی قوم کا ملک کے اندر اپنی مزاحمت و استقامت

کو جاری رکھنا انہیں ہر ضروری امداد بہم پہنچانا۔

فلسطینی مجاہدین کے لئے نمونہ عمل:

کئی سال سے فلسطین غاصبانہ قبضے میں ہے۔ کئی سال قبل بھی فلسطینی قوم میں جوان تھے۔ یہ جوان جو آج اس طرح میدان عمل میں نکل آئے ہیں انہوں نے کس کو اپنا نمونہ عمل بنایا ہے؟ ان نوجوانوں کا نمونہ عمل باایمان و بااخلاص لبنانی نوجوان ہے۔ غزہ پٹی اور دریائے اُردن کے مغربی ساحل پر جو فلسطینی نشین علاقہ ہے جب مظاہرے ہوتے ہیں تو مظاہرین حزب اللہ لبنان کے قائد سید حسن نصر اللہ کی تصاویر اپنے ہاتھوں میں لئے آگے بڑھتے ہیں۔ انہوں نے حزب اللہ لبنان کا پرچم مسجد الاقصی کے گنبد پر نصب کیا۔ البتہ صیہونیوں نے اسے وہاں نہیں رہنے دیا لیکن بہرحال انہوں نے جا کر وہاں نصب تو کر ہی دیا۔ بنابریں وہ (لبنانی نوجوان) فلسطینی نوجوان کے لئے نمونہ عمل بن گیا۔ حزب اللہ لبنان کے ٹی وی چینل ''المنار'' کے سب سے زیادہ ناظرین مقبوضہ فلسطین میں ہیں! جو نہ صرف یہ کہ اس کے پروگراموں کو دیکھتے ہیں بلکہ کسی پیاسے کی مانند اسے آب شیریں کی طرح ایک ایک گھونٹ کر کے اپنے وجود میں اتارتے ہیں۔

جہاد، امت مسلمہ کا فریضہ:

فقہائے اسلام کے درمیان اس سلسلے میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے کہ اگر دشمن، مسلمانوں کی سرزمین پر قبضہ کر لے اور کسی ملک میں پیکر اسلامی خطرے میں پڑ جائے تو تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایک ہمہ گیر اور وسیع جہاد کے ذریعے اس دشمن کو پسپا کریں، اسے اسلامی سرزمین سے نکالیں اور اسے اس کی سزا دیں۔ امت مسلمہ اگر ہوش میں آ جائے تو اسے صاف محسوس ہوگا کہ مسلمانوں پر حالیہ ادوار میں نازل ہونے والی مصیبتوں میں یہ سب سے بڑی بلا ہے۔ اس مسئلے کے سلسلے میں اسلامی حکم بالکل واضح ہے۔ مسئلہ

فلسطین کے سلسلے میں اسلامی حکم کے بارے میں کسی بھی مسلمان کو کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے جو فقہ کی ان تمام کتابوں میں مذکور جن میں جہاد کی بحث کی گئی ہے۔ اگر کفار آ کر مسلمانوں کے ملک پر قبضہ یا اس کا محاصرہ لیں تو اس صورت میں جہاد کے واجب عینی ہونے کے بارے میں جدید و قدیم مسلم علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تمام اسلامی مکاتب فکر اس سلسلے میں ایک ہی نظریئے کے حامل ہیں۔ وہ جہاد جو جنگ کے آغاز کے طور پر کیا جائے واجب کفائی ہے لیکن دوسرے مواقع پر جب جہاد دفاعی ہو، جو جہاد کا واضح ترین مصداق ہے، تو وہ واجب عینی ہوجاتا ہے۔

انتفاضہ مسجد الاقصیٰ:

پہلی تحریک انتفاضہ، صیہونیوں اور ان کے حامیوں کی تلقینوں اور افواہوں، فلسطینیوں کو پرامن طریقے سے مراعات دینے کے وعدوں، ساز باز کرنے والوں کے نفوذ اور امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کے دباؤ کے نتیجے میں متوقف ہوگئی۔ لیکن دس سال گزرتے گزرتے واضح ہوگیا کہ اسرائیل کو نجات دلانے کے لئے دنیا میں صیہونزم کے حامیوں کی تمام کوششیں مسلمانوں کے جد و جہد ان کی سراسیمگی کا نتیجہ تھیں اور جو وعدے فلسطینیوں سے کئے گئے تھے وہ صرف اور صرف ایک سراب تھا۔

انتفاضہ مسجد الاقصیٰ، فلسطینی عوام کی جد و جہد میں بہت اہم باب ہے۔ فلسطینیوں کی جد و جہد متعدد نشیب و فراز سے گزری ہے، انواع و اقسام کی سازشوں سے نمٹتی رہی ہے، بڑی سخت آزمائشوں سے گزری ہے، گوناگوں اسلحے کی جھنکاروں، جنگی طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کی گھن گرج کو سنتی رہی ہے۔ آج اسے بخوبی علم ہوچکا ہے کہ جرائم پیشہ عناصر اور ان کے حامیوں کے چنگل سے نجات کا واحد راستہ جہاد اور سعی پیہم ہے جس کی تائید مسلم رائے عامہ بھی کرتی ہے۔ صیہونیوں نے اپنی اسٹریٹجی ملت فلسطین کی تحقیر اور تذلیل کی بنیاد پر وضع کی تھی لیکن فلسطینیوں نے اس اسٹریٹجی کے خلاف اور صیہونی حکومت سے ہونے والے ذلت آمیز معاہدوں، امریکہ کے تسلط پسندانہ نظام اور اس کے ساتھ ساز باز کرنے والے

عناصر کے خلاف قیام شروع کر دیا اور اپنے لئے عزو شرف کے راستے کا انتخاب کیا۔ جرائم پیشہ اسرائیلی حکومت کو اندرونی سطح پر متعدد بحرانوں اور سرحدوں پر تحریک انتفاضہ سے روبرو کر دیا۔ انتفاضہ اقصی کا محور بیت المقدس ہے۔ یعنی وہ چنگاری جو فلسطینی عوام کے غیظ و غضب کے آتش فشاں میں تبدیل ہوگئی وہ صیہونیوں کے ہاتھوں مسجد الاقصی کی بے حرمتی کے باعث وجود میں آئی۔ فلسطینی عوام نے مسلمانوں کے مقدس ترین مقامات میں سے ایک مقام کی حفاظت کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے میدان میں قدم رکھا اور ایثار و قربانی کی شاندار مثال پیش کرتے ہوئے غاصب صیہونیوں کے خلاف جنگ اور مقدس جدو جہد کو شعلہ ور کیا۔ ساز باز اور مفاہمت کی روش بلکہ واضح طور پر یوں کہا جائے کہ اوسلو معاہدے کے نتیجے میں فلسطینیوں میں اختلافات پیدا ہو گئے تھے، اس بابرکت تحریک انتفاضہ سے فلسطین میں قومی اتحاد دوبارہ بحال ہوا۔ اس جدو جہد میں سارے عوام شامل ہیں اور اسلامی تنظیمیں ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کام کر رہی ہیں۔

انتفاضہ مسجد اقصیٰ کا سبب:

فلسطینی عوام کے قیام اور ان کی تحریک کا سبب اسلامی جمہوریہ ایران اور لبنانی عوام نہیں ہیں۔ فلسطینی تحریک اور جد و جہد کا بنیادی عنصر خود فلسطینی ہیں۔ فلسطینی تحریک انتفاضہ کا سبب اس نوجوان نسل کے دلوں میں جمع ہو جانے والے رنج و غم تھے جو پوری امید و نشاط کے ساتھ میدان عمل میں موجود ہے۔ بے شک ایرانی قوم ان کی مداح ہے اور انہیں اپنے جیسا سمجھتی ہے۔ فلسطین، پیکر اسلام کا جز ہے اور ملت ایران فلسطینی قوم کے تعلق سے جذبہ اخوت و برادری رکھتی ہے البتہ تحریک انتفاضہ کو وہی (فلسطینی) آگے بڑھا رہے ہیں۔

فلسطین، اسلامی بیداری کی تحریک کا محور:

گذشتہ عشروں میں ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی اور امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے ظہور پذیر ہو جانے کے بعد اسلامی تحریک اور دسرے لفظوں میں کہا جائے

اسلامی بیداری کی تحریک پوری آب وتاب کے ساتھ علاقے اور عالم اسلام کی سطح پر نمایاں ہوگئی ہے۔اس وقت اس تحریک کا محور مسئلہ فلسطین ہے۔فلسطین کی تحریک انتفاضہ فلسطین کی جغرافیائی سرحدوں اور فلسطینی قوم کے باہر بھی عام مسلمانوں اور عربوں کو میدان میں لانے میں کامیاب رہی ہے۔(مسجد الاقصی کی تحریک انتفاضہ کی حمایت میں) عالم اسلام کے مشرق سے مغرب تک مسلمان قوموں کے شاندار مظاہرے اور ان میں دسیوں لاکھ کی تعداد میں شرکت سے ثابت ہوگیا ہے کہ فلسطینی عوام ان قوموں کی حمایت پر بھروسہ کرسکتے ہیں اور مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد قائم کرنے کے سلسلے میں بھی اپنا کردار ادا کرسکتے ہیں۔

جس وقت لبنان میں اسلامی مزاحمت لبنانی بہادروں کے حوصلہ و ہمت اور امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی حمایت و ہدایت کے نتیجے میں معرض وجود میں آئی اس وقت لبنان کے دارالحکومت بیروت پر اسرائیل کا قبضہ تھا اور اس ملک کے سیاسی امور اور فیصلے اس کی مٹھی میں تھے۔اس دن اسلامی مزاحمت نے''زحفا زحفا نحو القدس''رفتہ رفتہ قدس کی سمت پیش قدمی کا نعرہ بلند کیا۔کچھ ناواقف لوگوں نے انہیں سادہ لوح کہا اور ان پر طنز کئے کہ آپ لبنانی اپنے ملک کے دارالحکومت میں داخل ہونے تک سے عاجز و قاصر ہیں اور اوپر سے آپ قدس کی جانب پیش قدمی کا نعرہ لگاتے ہیں۔اس دن سے لیکر اسرائیل کے خلاف اسلامی مزاحمت کی فتح تک صرف اٹھارہ سال کا وقت لگا۔قوموں کی جد و جہد کی تاریخ میں اٹھارہ سال کوئی زیادہ عرصہ نہیں ہے۔

استقامت،نجات کا راستہ:

انتفاضہ مسجد الاقصی ایک عوامی تحریک ہے جس نے ثابت کردیا کہ فلسطینی عوام مفاہمتی کوششوں سے ناامید ہوکر یہ سمجھ چکے ہیں کہ کامیابی کا واحد راستہ استقامت ومزاحمت ہے۔ استقامت و مزاحمت وہ واحد راستہ ہے جسے اختیار کرکے مسلمانوں نے پہلی بار اسرائیل کو بغیر کوئی سہولیت دیئے مقبوضہ علاقوں کو آزاد کرانے میں کامیابی حاصل کی اور اس عرب ملک یعنی لبنان کے دارالحکومت میں اپنا پرچم چھوڑ جانے کی صیہونی حکومت کی

خواہش کو زندہ درگور کر دیا۔ کیمپ ڈیوڈ میں اسرائیل کی عقب نشینی کے بدلے میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ اسرائیل اپنی فوجیں شمالی صحرائے سینا میں تعینات نہ کرے لیکن جنوبی لبنان میں حالت یہ ہوئی کہ یہی اسرائیل اسلامی مزاحمت و استقامت کے باعث لرزہ براندام ہو کر خود التجا کرنے لگا کہ فلسطین اور لبنان کی سرحد پر لبنانی فوج تعینات ہو۔ یعنی اسلامی مزاحمت کی یہ بہت بڑی کامیابی تھی کہ اس نے جنوبی لبنان اور دیگر مقبوضہ علاقوں میں لبنان کے قومی اقتدار اعلیٰ کو بحال کیا۔

فلسطین کی تقدیر اور مستقبل

بقائے فلسطین و نابودیٔ اسرائیل:

اب غاصب حکومت کے عمائدین جو ایک اسلامی ملک فلسطین پر قابض ہیں اور ان کے امریکی حامی جو بڑے ہی احمقانہ وابلہانہ انداز میں ان کی ہمہ جہت حمایت کر رہے ہیں، اس کوشش میں لگ گئے ہیں کہ فلسطین کا نام تاریخ اور عوام کی یادداشت سے پوری طرح مٹا دیں تاکہ عوام کے ذہنوں میں فلسطین نام کی کوئی چیز ہی باقی نہ رہے۔ انیس سو سینتالیس، اڑتالیس میں جب فلسطین پر پوری طرح قبضہ کر لیا گیا اور صیہونی حکومت کی تشکیل عمل میں آ گئی اس وقت سے اب تک وہ یہ کام نہیں کر سکے اور آئندہ بھی عشروں تک وہ اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو پائیں گے۔ وہ فلسطین کا نام مٹانے کی خواہش پوری نہیں کر سکیں گے بلکہ اسی کوشش میں وہ خود ہی صفحۂ ہستی اور تاریخ کے اوراق سے ناپید ہو جائیں گے۔ جبکہ فلسطین اور فلسطینی عوام کو جاویدانی ملے گی۔ یہ اس زعم میں ہیں کہ فلسطین اور فلسطینی قوم کو مٹا لے جائیں گے۔ لیکن فلسطینی قوم ہمیشہ باقی رہے گی اور فلسطین بھی باقی رہے گا اور فلسطینی و لبنانی جیالوں کی بلند ہمتی کے نتیجے میں ایک دن پرچم فلسطین بھی لہرائے گا۔

صیہونزم اور فلسطین میں غاصب و جعلی صیہونی حکومت کا مقدر فنا ہے۔ فلسطینی

عوام کو چاہئے کہ اللہ تعالی سے نصرت و مدد کی دعا کریں اور اس کی ذات پر توکل کریں۔ فلسطینی جوان، لبنانی جوان، تمام عالم اسلام کے جوان اور سبھی دانشور اسی سمت میں آگے بڑھیں۔

غاصب وظالم صیہونیوں کی سمجھ میں یہ بات آجانا چاہئے کہ لبنان و فلسطین کی زیور ایمان سے آراستہ یہ نوجوان نسل نا قابل تسخیر ہے۔ فلسطینی قوم کے جذبہ ایمانی وقوت صبر پر استوار جہاد کو سیاسی ساز باز، فوجی دباؤ، سکیورٹی کی چالوں اور تشہیراتی ہلڑ ہنگاموں سے روکا نہیں جا سکتا۔ بالکل اسی طرح جیسے عظیم الشان ملت ایران کی قوت مزاحمت اور بے مثال استقامت کو ان فرسودہ اور ناکارہ حربوں سے مغلوب نہیں کیا جا سکا جنہیں گذشتہ برسوں کے دوران صیہونیوں اور ان کے حامیوں نے جی بھر کے استعمال کیا ہے۔

یقینی مستقبل:

فلسطین کی موجودہ صورت اس یقینی انجام اور مستقبل کی نوید دے رہی ہے جس کا وعدہ اللہ تعالی نے صادق وثابت قدم مجاہدین سے کیا ہے، وہ وعدہ جس کا پورا ہونا یقینی ہے۔ بے رحم وظالم صیہونی حکومت اور اس کے پس پشت امریکہ اور عالمی صیہونزم کو یہ زعم ہے کہ مجرمانہ اقدامات اور غیر انسانی حرکتوں سے ملت فلسطین کو مغلوب کر لے جائیں گے اور اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔ یہ بہت بڑی بھول ہے، اس بھول میں پڑنے والوں کو آگے چل کر بہت بڑی چپت لگنے والی ہے۔

فلسطین، فلسطینی قوم کا ہے، جلد یا کچھ دیر میں غاصب حکومت کو سرانجام اس حقیقت کے سامنے سر جھکانا ہوگا۔ اس وقت فلسطین کے مسلمان مجاہدین کے دوش پر یہ عظیم اور تاریخی ذمہ داری ہے۔ انہیں چاہئے کہ حتمی وعدہ الہی پر بھروسہ کریں اور اللہ تعالی کی نصرت و مدد سے آس لگائیں اور اپنی امید و جذبہ ایمانی اور جہاد کے ذریعے اپنی قوم اور اپنے ملک کو اپنا عظیم تحفہ پیش کریں۔ فلسطین کے مسلمانوں کی مزاحمت و استقامت کے جاری رہنے اور عالم اسلام کی جانب سے ان کی بلا وقفہ حمایت کے نتیجے میں فلسطین بفضل

الٰہی ایک دن آزاد ہو جائے گا اور بیت المقدس، مسجد الاقصیٰ اور اس اسلامی سرزمین کا گوشہ گوشہ دوبارہ عالم اسلام کی آغوش میں آجائے گا۔

شمشیر پر خون کی فتح:

عالم اسلام کی رائے عامہ بھی یہ جان لے کہ امریکہ اور دیگر سامراجی طاقتیں کبھی بھی اسلامی ممالک کے معاملات میں صدق دل اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ ثالثی کا رول ادا نہیں کریں گی۔ ان کا موقف اور رخ ظالم و جارح کی حمایت کا معاندانہ رخ ہے۔ مسلمانوں کا فریضہ ابھی پورا نہیں ہوا ہے۔ یہ فریضہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور اس سے کوئی بھی خود کو سبکدوش نہ سمجھے۔ سب مل کر فلسطینی قوم کی مدد کریں، اسے ضرورت کی چیزیں اور وسائل فراہم کریں، اس کی حوصلہ افزائی کریں تاکہ وہ اپنا شجاعانہ جہاد اسی انداز سے جاری رکھ سکے۔ آج ملت فلسطین اپنی استقامت و پائیداری کے ذریعے، بے مثال شجاعت و بہادری کے ذریعے یہ بات ثابت کر چکی ہے کہ خون، شمشیر کا مقابلہ کرنے کی طاقت و توانائی رکھتا ہے اور ایک دن دنیا دیکھ لے گی کہ خون کو شمشیر پر فتح کیسے ملتی ہے؟!

❀ ❀ ❀ ❀ ❀ ❀

عالمی یوم قدس

یوم قدس منانے کی ضرورت

عالمی یوم قدس نزدیک آکر دنیا کے غیور مسلمانوں کو مظلوم فلسطینی قوم کے دفاع و حمایت کی سنگین ذمہ داری کی پہلے سے زیادہ تاکید کے ساتھ، یاددہانی کراتا ہے۔ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دن کا اعلان کر کے انسانی ضمیروں کی سطح پر مسئلہ فلسطین کو زندہ رکھا اور صیہونی حکومت کے خلاف اٹھنے والی آوازوں کو (ایک نقطے) پر مرکوز کر دیا، نتیجے میں ہم ہر سال مسلمانوں میں اس دن (یوم قدس) کی وسیع پذیرائی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

جو لوگ مقبوضہ سرزمینوں پر مظلومانہ انداز میں جہاد کر رہے ہیں، سختیاں برداشت کر رہے ہیں اور فلسطین کی آزادی اور غاصب حکومت کی نابودی کی ساری امیدیں جن کی اسی داخلی سطح کی جدوجہد سے وابستہ ہیں، یہ یاد رکھیں کہ پورے عالم اسلام میں قومیں ان کی فکر میں ہیں اور ان کی حمایت کر رہی ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ان مظلوم مجاہدین کے اندر جو اپنے ہی وطن میں بیگانے ہو گئے ہیں، یہ احساس پیدا ہو تو عالم اسلام کی سطح پر یہ مظاہرے انجام دیئے جانے چاہئے۔ ہمارے عظیم القدر قائد ہمارے امام (خمینی رحمۃ اللہ علیہ) کی جانب سے یوم قدس کے تعلق سے نئی شروعات اسی نکتے کے پیش نظر تھی ورنہ یہ تو ظاہر سی

بات ہے کہ جو لوگ تہران کی سڑکوں پر مظاہرہ کررہے ہیں وہ یہاں سے اسرائیل کے خلاف مسلحانہ کاروائی تو نہیں کر سکتے ہیں۔

یوم قدس کا عقیدت مندانہ انعقاد

عالم اسلام کو چاہئے کہ یوم قدس منائے۔ مسلم عوام، ضمیر فروش حکومتوں کو اس کی ہرگز اجازت نہ دیں کہ وہ ظاہری پرامن فضا میں جو انہوں نے قائم کر لی ہے، فلسطین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں، رفتہ رفتہ اسے نگل لیں اور سب کچھ بھلا دیا جائے۔ جن حکومتوں نے غاصب حکومت سے ساز باز کی اور فلسطینیوں کو قربان کر دیا انہیں کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ یوم قدس کو عقیدت و احترام سے منایئے اور اس کو خاص اہمیت دیجئے۔ اگر عالمی میڈیا اسے منعکس نہیں کرتا تو نہ کرے۔ جو لوگ صیہونی جیلوں میں بند ہیں انہوں نے ہم سے کہا ہے کہ آپ کے نعروں، میدان میں آپ کی آمد اور آپ کی بھنچی ہوئی مٹھیوں سے جو آپ کے عزم و ارادے کی صداقت کی غماز ہے، ہمیں تقویت ملتی ہے، مضبوطی کا احساس ہوتا ہے۔ جو لوگ صیہونی جیلوں کی دیواروں کے اندر ہیں انہیں احساس تنہائی نہ ہونے دیا جائے تا کہ وہ استقامت جاری رکھیں۔ وہ عورتیں اور مرد جو بیت المقدس، غزہ کی پٹی اور مقبوضہ فلسطین کے دیگر شہروں کی گلیوں اور کوچوں میں صیہونی اوباشوں کے حملوں کا نشانہ بن رہے ہیں، یہ محسوس کریں کہ آپ ان کی پشت پناہی کے لئے موجود ہیں تا کہ وہ مزاحمت و استقامت کو جاری رکھیں۔ البتہ حکومتوں کے بھی فرائض ہیں۔

یوم قدس کی تاثیر

اگر عالم اسلام اس دن کو کما حقہ منائے اور صیہونیوں کے خلاف فلک شگاف نعرے بلند کرنے کے لئے اس دن کا بخوبی استعمال کرے تو کافی حد تک دشمن کو شکست دی جاسکتی ہے، اسے پسپائی پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ ملت ایران پیش قدمی کر کے یہ دکھائے گی کہ

یوم قدس اور مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں موقف کے اعلان کے موقع سے بھرپور استفادہ کیا ہوتا ہے۔

فلسطینی مظلوموں کو احساس ہو چلا ہے کہ دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں بہت حساس ہیں۔ یہ حساسیت ظاہر ہونا چاہئے۔ اسرائیل پر دباؤ بڑھنا چاہئے۔ فلسطینیوں کو بھی چاہئے کہ جہاد کرنے کے ساتھ ساتھ مسئلہ فلسطین کو زندہ کرنے کی ذمہ داری بھی اٹھائیں۔ جہاد حالانکہ بہت سخت کام ہے لیکن صیہونیوں کے دباؤ میں زندگی بسر کرنا اس سے بھی زیادہ دشوار اور سخت ہے۔ اگر وہ جہاد کرتے ہیں تو ان کا مستقبل سنور سکتا ہے۔ اگر انہی حالات میں زندگی بسر کرتے رہے تو سختیاں روز بروز بڑھتی جائیں گی۔ البتہ آج مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں فلسطینی عوام میں بیداری پیدا ہو گئی ہے لیکن فلسطین میں داخلی سطح پر جد و جہد عمومی اور ہمہ گیر ہو جانی چاہئے۔ اسے امت مسلمہ کی گہرائیوں سے متصل ہو جانا چاہئے اور پھر پوری دنیا میں مسلمان قوموں کو ان کی مدد کے لئے آگے آنا چاہئے۔

یوم قدس کی مخالفت

اسرائیل کے رسمی اور باضابطہ حامیوں اور اسی طرح اس کے اتحادیوں کی طرف سے جو اسرائیل کے غیر رسمی حامی ہیں، یوم قدس کی مخالفت، قابل دید حرکت ہے۔ یوم قدس کے مخالفین تیار کئے گئے ہیں اور اس دن کو ذہنوں سے مٹا دینے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ہم نے عالم اسلام میں کہیں بھی نہیں دیکھا کہ عالمی طاقتیں اس بات کا موقع دیں کہ مقامی حکومتیں عوام کو اس مظاہرے اور جلوس کی ترغیب دلائیں۔ افسوس کی بات ہے کہ دنیا کی بڑی طاقتوں کی پالیسیاں بہت سے مسلم ممالک میں اثر انداز واقع ہوئی ہیں۔ یہ مسلمانوں اور عالم اسلام کی بدبختی ہے۔ اسلامی ممالک کی حکومتیں یوم قدس پر عوام کو سڑکوں پر نکل کر مظاہرے کرنے کی ترغیب کیوں نہیں دلاتیں؟ کیا ان کا کچھ بگڑ جائے گا؟ اگر وہ فلسطین کی امنگوں کی حامی ہیں تو اس کی اجازت کیوں نہیں دیتیں؟

یوم قدس پر امت مسلمہ کا فریضہ

تمام رائج اسلامی مکاتب فکر میں اس سلسلے میں کوئی اختلاف نظر نہیں ہے اور سارے فقہا اس بات پر متفق ہیں کہ اگر اسلامی سرزمین کا کوئی حصہ دشمن نے جدا کر دیا ہے اور اس ٹکڑے پر دشمنان اسلام کی حکومت قائم ہوگئی ہے تو زمین کے اس ٹکڑے کو سرزمین اسلامی سے دوبارہ ملحق کرنے کے لئے جہاد اور سعی و کوشش کو ہر ایک کو اپنا فریضہ تصور کرنا چاہئے۔ لہٰذا مسلم قوموں کو چاہئے کہ وہ دنیا میں جہاں کہیں بھی آباد ہیں اسے اپنا فریضہ تصور کریں۔ البتہ بہت سے لوگ کوئی اقدام کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں لیکن جو لوگ اقدام کر سکتے ہیں وہ جس طرح بھی ممکن ہو اقدام کریں۔ یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام ہر سال رمضان المبارک کے آخری جمعے کا خیر مقدم کرتا ہے جسے امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے یوم قدس قرار دیا ہے۔

یوم قدس ایران سے مخصوص نہیں ہے۔ یہ عالم اسلام کا دن ہے۔ اسی لئے تمام عالم اسلام میں مسلمانوں نے اپنے فلسطینی بھائیوں کے دفاع کے لئے میدان عمل میں اپنی موجودگی کا اعلان کیا ہے۔ مسلمانوں نے اس دن مظلوم اور خون میں ڈوبے ہوئے فلسطین میں اسرائیل اور امریکہ کی سازشوں اور حربوں کے مقابلے کے لئے عمومی عزم و ارادے کا اظہار کیا ہے۔

عالم اسلام فلسطین سے غافل نہ ہو

فلسطین کا پرانا زخم صیہونیوں اور سامراج کے مہروں نے لگایا ہے اور اسلامی معاشرے اور عالم اسلام کے پیکر میں یہ زخم سامراجی عناصر کے ہاتھوں مسلسل گہرا ہوتا گیا ہے۔ عالم اسلام کو چاہئے کہ مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں کوئی غفلت نہ برتے، فلسطین کو ہرگز فراموش نہ کرے۔ امریکہ، عالمی سامراج اور اس کی دائمی پشت پناہی کرنے والی صیہونی، مسلمانوں پر یہ غفلت اور فراموشی مسلط کر دینا چاہتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁

مسئلہ فلسطین اسلامی ملکوں کا بنیادی مسئلہ ہے

مسئلہ فلسطین اسلامی ملکوں کا بنیادی مسئلہ ہے۔بعض فلسطینی گروہوں کے معرض وجود میں آنے اور پھر عوامی امنگوں کے مطابق جدوجہد کے راستے سے ان کے بھٹک جانے سے ملت فلسطین اپنے پامال شدہ حقوق کی بازیابی کے لئے آج جو اٹھ کھڑی ہوئی اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مزاحمتی تنظیموں کی تشکیل کی راہ میں بہت سے نشیب وفراز آتے رہے اور ساتھ ہی بعض گروہوں نے ساز باز کے عمل میں شامل ہوکر فلسطینی عوام کی امنگوں کو بری طرح نقصان پہنچایا اور صیہونی حکومت کے سامنے کچھ عرب حکومتوں نے گھٹنے ٹیک دیئے جس کی واضح مثال کیمپ ڈیوڈ معاہدہ ہے۔جنوبی لبنان میں صیہونی حکومت کی ذلت آمیز شکست اور غزہ کی بائیس روزہ جنگ میں اسرائیل کی ناکامی، حقوق کی بازیابی کے لئے جاری ملت فلسطین کی تحریک کی تاریخ میں سنہری باب ہے۔محمود عباس کی زیر قیادت فلسطینی انتظامیہ کی طرف سے پیش کئے جارہے موجودہ منصوبے کو بھی صیہونیوں کے عزائم کے مقابلے میں جھک جانے اور فلسطینی عوام کے حقوق کو نظرانداز کردینے کے مترادف ہے۔ ملت فلسطین کے حقوق کی بازیابی فلسطین کے محض چند علاقوں کی آزادی نہیں بلکہ پوری فلسطینی سرزمین کی آزادی ہے۔امریکہ اور یورپ میں متعدد سماجی، اقتصادی اور اخلاقی مسائل کی جڑ ان ممالک کی حکومتوں پر صیہونزم کا تسلط ہے جس کی وجہ سے یہ حکومتیں سمجھتی ہیں کہ ان کے مفادات کی حفاظت کا واحد راستہ اسرائیل کے مفادات کی حفاظت ہے۔

فلسطین میں اہم اسلامی مراکز خطرہ میں ہیں:

اول یہ کہ ایک مسلم مملکت کو اس کی مالک قوم سے چھین لیا گیا اور اسے مختلف ممالک سے لاکر جمع کئے گئے اور ایک جعلی معاشرے میں تبدیل کر دیئے جانے والے اغیار کے سپرد کر دیا گیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ تاریخ کا یہ نرالا واقعہ مسلسل قتل عام، جرائم، مظالم اور توہین آمیز اقدامات کے ساتھ انجام دیا گیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا پہلا قبلہ اور دوسرے بہت سے دینی مراکز جو اس ملک میں واقع ہیں انہدام، بے حرمتی اور نابودی کے خطرے سے دوچار ہیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ عالم اسلام کے حساس ترین علاقے میں واقع یہ جعلی معاشرہ اور حکومت شروع سے تاحال استکباری طاقتوں کے لئے فوجی اور سیاسی چھاونی کا کردار ادا کرتی رہی ہے اور مغربی سامراج نے جو گوناگوں اسباب وعلل کی وجہ سے اسلامی ممالک کی پیشرفت اور باہمی اتحاد کا دشمن ہے اسے امت اسلامیہ کے پہلو میں کسی خنجر کی مانند اتار دیا ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ صیہونزم جو انسانی معاشرے کے لئے بہت خطرناک اخلاقی، سیاسی اور اقتصادی ناسور ہے اس ٹھکانے کو اور اس تکیہ گاہ کو دنیا میں اپنے اثر ونفوذ کی توسیع کا ذریعہ بنائے ہوئے ہے۔

اس سلسلے میں مزید نکات بھی بیان کئے جا سکتے ہیں مثلا اسلامی ممالک کو جو بڑا جانی و مالی نقصان برداشت کرنا پڑا ہے، مسلمان قوموں اور حکومتوں کے لئے جو ذہنی الجھنیں پیدا ہوتی رہی ہیں، دسیوں لاکھ بے گھر فلسطینیوں کے رنج وآلام جن میں بہت سے افراد تو چھ عشرے گزر جانے کے بعد بھی پناہ گزیں کیمپوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں، عالم اسلام کے اہم مرکز کی تاریخ کا سلسلہ یہاں پر آ کر ٹوٹ گیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسلامی بیداری کی نئی مہم کا آغاز

اس وقت ان ساری باتوں کے ساتھ ایک نئی بنیادی اور اساسی چیز سامنے آئی ہے اور وہ ہے اسلامی بیداری کی مہم جو پورے علاقے پر محیط نظر آ رہی ہے اور جس سے امت اسلامیہ کی تاریخ میں ایک نئے اور فیصلہ کن باب کا آغاز ہو رہا ہے۔ یہ عظیم تحریک جو بلا شبہ دنیا کے اس حساس ترین خطے میں ایک مقتدر، پیشرفتہ اور متحد اسلامی تنظیم کی تشکیل پر منتج ہو سکتی ہے اور جس کے رہنماؤں کے عزم محکم اور خداوند عالم کی نصرت و مدد سے مسلمان قوموں کی پسماندگی، کمزوری اور تحقیر کا دور ختم ہو سکتا ہے، اس کے جوش و جذبے اور قوت و توانائی کا بڑا حصہ مسئلہ فلسطین سے حاصل ہوا ہے۔

صیہونی حکومت کا روز افزوں ظلم و استبداد اور امریکہ کے پٹھو بعض ظالم و جابر اور بدعنوان حکام کا اس حکومت سے تعاون ایک طرف اور دوسری طرف فلسطینیوں اور لبنانیوں کا جانانہ مزاحمت اور تینتیس روزہ جنگ لبنان اور بائیس روزہ جنگ غزہ میں باایمان نوجوانوں کی کرشماتی کامیابیاں، وہ اہم عوامل تھے جنہوں نے مصر، تیونس، لیبیا اور علاقے کے دیگر ممالک کی قوموں کے بظاہر پرسکون بحر اعظم کو متلاطم کر دیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ سراپا مسلح صیہونی حکومت کو جسے اپنے ناقابل تسخیر ہونے کا بڑا زعم تھا لبنان میں ایک غیر مساوی جنگ میں باایمان ودلاور مجاہدوں سے منہ کی کھانی پڑی اور ذلت آمیز شکست اٹھانی پڑی۔ اس کے بعد غزہ کی مظلومانہ لیکن فولادی مزاحمت کے خلاف اس نے اپنی کند شمشیر کو آزمایا اور دوبارہ شکست کا مزہ چکھا۔

علاقے کے معروضی حالات کا جائزہ لیتے وقت ان باتوں کو مدنظر رکھنا چاہئے اور کسی بھی فیصلے کے صحیح یا غلط ہونے کا اندازہ انہیں باتوں سے لگانا چاہئے۔

بہر حال یہ نظریہ بالکل درست ہے کہ مسئلہ فلسطین اس وقت اور بھی زیادہ اہم اور فوری مسئلہ بن گیا ہے۔ موجودہ حالات کے مدنظر فلسطینی عوام کا علاقے کے اسلامی ممالک سے توقعات وابستہ کرنا بھی بالکل صحیح ہے۔

ہمیں ماضی اور زمانہ حال پر نظر دوڑا کر مستقبل کے لئے خاکہ تیار کرنا چاہئے۔ میں کلیدی باتوں کو آپ کے سامنے پیش کرنا چاہوں گا۔

فلسطین پر غاصبانہ قبضہ اور ایک قوم کا قتل عام

فلسطین پر غاصبانہ قبضے کو چھے عشروں سے زیادہ وقت ہو رہا ہے۔ اس خونریز المیے کے اصلی ذمہ داروں کو سب پہچانتے ہیں جن میں برطانیہ کی سامراجی حکومت سب سے پیش پیش رہی ہے جس کی سیاست، اسلحہ، فوج اور اقتصادی وثقافتی توانائیاں اور پھر دیگر مغربی سامراجی حکومتیں اس عظیم ظلم میں مددگار بنیں۔ فلسطین کی بے سہارا قوم سنگدل قابضوں کے چنگل میں گرفتار ہوئی اور اسے اس کے گھر بار سے بے دخل کر دیا گیا۔ اخلاق و تہذیب کے بلند بانگ دعوے کرنے والے ان ممالک نے ان دنوں جو انسانی المیہ رقم کیا اس کا سواں حصہ بھی اب تک منظر عام پر نہیں آ سکا ہے اور برقی یا پرنٹ میڈیا میں اس کا کوئی احاطہ نہیں کیا گیا ہے۔ مغربی سنیما، ٹیلی ویژن اور فلمسازی کے مافیاؤں نے اس کی اجازت ہی نہیں دی۔ چاروں طرف چھائے سناٹے میں ایک پوری قوم کا قتل عام ہوا، اسے اس کی سرزمین سے باہر نکال دیا گیا، آوارہ وطن کر دیا گیا۔

ابتدا میں تھوڑی مزاحمت ہوئی لیکن اسے بیدردی سے کچل دیا گیا۔ سرزمین فلسطین کے باہر سے اور خاص طور پر مصر سے اسلامی حمیت کے ساتھ کچھ مرد نکلے اور انہوں نے کوششیں بھی کیں لیکن انہیں ضروری حمایت نہیں مل سکی لہذا صورت حال پر ان کا کوئی اثر نہیں پڑ سکا۔

اس کے بعد صیہونی فوج سے چند عرب ممالک کی رسمی اور روایتی جنگ کی نوبت آئی۔ مصر، شام اور اردن نے اپنی فوجیں میدان میں اتاریں لیکن امریکہ، برطانیہ اور فرانس کی جانب سے غاصب حکومت کی بے دریغ فوجی، تزویراتی اور مالی مدد کی وجہ سے عرب فوجوں کو ناکامی ہوئی۔ وہ ملت فلسطین کی مدد کرنا تو درکنار ان جنگوں میں اپنی سرزمین کا ایک بڑا حصہ گنوا بیٹھیں۔

پی ایل او کی تشکیل اور ناکامی

فلسطین کی ہمسایہ حکومتوں کی عاجزی سامنے آجانے کے بعد رفتہ رفتہ مسلح فلسطینی گروہوں کی شکل میں اسلامی مزاحمت کا آغاز ہوا اور کچھ ہی عرصے بعد ان کے باہمی اتحاد سے تنظیم برائے آزادی فلسطین پی ایل او کی تشکیل عمل میں آئی۔ یہ امید کی شمع تھی جو روشن ہوئی لیکن دیکھتے ہی دیکھتے خاموش ہوگئی۔ اس کے لئے متعدد وجوہات کا نام لیا جاسکتا ہے لیکن اصلی وجہ اس تنظیم کے افراد کا عوام اور اسلامی عقیدہ وایمان سے دور ہونا تھا۔ پیچیدہ مسئلہ فلسطین کے حل کے لئے لیفٹسٹ آئیڈیالوجی یا صرف قوم پرستانہ جذبات کی ضرورت نہیں تھی۔ ایک قوم کو میدان کارزار میں لا کھڑا کرنے اور اس کے اندر ناقابل تسخیر قوت پیدا کرنے کے لئے جس چیز کی ضرورت تھی وہ تھا اسلام اور جذبہ جہاد وشہادت۔ تنظیم کے افراد اس حقیقت کے ادراک سے قاصر رہے۔ عظیم اسلامی انقلاب کے ابتدائی مہینوں میں جب پی ایل او کے رہنماؤں میں نیا جوش وجذبہ پیدا ہوگیا تھا اور ان کی تہران آمد ورفت جاری تھی، میں نے تنظیم کے ایک عہدیدار سے پوچھا کہ آپ اپنے برحق جہاد کے لئے اسلام کا پرچم بلند کیوں نہیں کرتے تو جواب ملا کہ ہمارے درمیان بعض عیسائی رہنما بھی ہیں۔ بعد میں ایک عرب ملک میں صیہونیوں نے اس رہنما کو قتل کر دیا، اللہ تعالی ان پر اپنی رحمت ومغفرت کا سایہ کرے۔ بہرحال ان کی یہ توجیہ درست نہیں تھی۔ کیونکہ میرا خیال یہ ہے کہ فداکار مجاہدین کے گروہ کے ساتھ جو اللہ تعالی کی ذات اقدس، روز قیامت اور الہی نصرت واعانت پر پختہ ایمان کے ساتھ پرخلوص انداز میں جنگ کر رہا ہے اور اسے عوام کی مادی واخلاقی حمایت بھی حاصل ہے، ایک باایمان عیسائی مجاہد کو جہاد کا مزید حوصلہ ملتا ہے، برخلاف ایسے گروہ کے شانہ بشانہ لڑنے کے جس کے پاس ایمان کی دولت نہیں ہے، جو ناپائیدار جذبات وخیالات پر تکیہ کئے ہوئے ہے اور عوام کی وفادارانہ پشت پناہی سے بھی محروم ہے۔

عوام کی طرف پوری توجہ اور جذبہ ایمانی کے فقدان کے نتیجے میں اس تنظیم میں شامل گروہ بے اثر ہوکر رہ گئے۔ البتہ ان کے اندر کچھ بڑے ہی غیور، پرجوش اور باشرف

افراد بھی تھے لیکن تنظیم مجموعی طور پر کسی اور سمت میں چلی گئی۔ ان کے انحراف سے مسئلہ فلسطین کو بہت بڑا دھچکا پہنچا اور آج بھی پہنچ رہا ہے۔ بعض خیانت کار عرب حکومتوں کی طرح اس تنظیم نے بھی مزاحمتی تحریک سے روگردانی کر لی جو فلسطین کی نجات کا واحد راستہ تھی اور آج بھی ہے۔ انہوں نے فلسطین ہی نہیں خود کو بھی بہت بڑا نقصان پہنچایا۔

بتیس سال اسی بدبختی کے عالم میں بیت گئے۔ اچانک دست قدرت الٰہی نے ورق پلٹا اور 1979 میں ایران میں اسلامی انقلاب کو فتح ملی جس کے نتیجے میں علاقے کے حالات تہہ و بالا ہو گئے اور ایک نیا باب وا ہوا۔ اس انقلاب کے عالمی اثرات میں اور اس سے استکباری پالیسیوں کو لگنے والی گہری ضرب میں سب سے اہم ضرب صیہونی حکومت کو لگی۔ اس زمانے میں اس حکومت کے عہدیداروں کے بیانات پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کی بے چینی اور بیکلی کی بخوبی عکاسی کرتے ہیں۔ اس فتح کے ابتدائی ہفتوں میں ہی تہران میں اسرائیل کے سفارت خانے میں تالا لگ گیا اور تمام کارکنوں کو نکال باہر کیا گیا اور اس جگہ کو باضابطہ طور پر پی ایل او کے نمائندہ دفتر کے حوالے کر دیا گیا جو تا حال اسی جگہ پر موجود ہے۔ ہمارے عظیم الشان امام (خمینی رحمۃ اللہ علیہ) نے اعلان کیا کہ اس انقلاب کا ایک اہم ہدف فلسطینی سرزمین کی آزادی اور اسرائیلی نامی سرطانی ناسور کی نابودی ہے۔ اس انقلاب سے اٹھنے والی طاقتور لہریں جو اس زمانے میں پوری دنیا میں پھیلیں، جہاں جہاں تک پہنچیں اس پیغام کے ساتھ پہنچیں کہ فلسطین کو آزادی ملنی چاہئے۔ انقلاب کے دشمنوں نے اسلامی جمہوریہ ایران پر پے در پے جو سختیاں کیں اور مشکلات مسلط کر دیں جس کی ایک مثال امریکہ اور برطانیہ کی ترغیب اور رجعت پسند عرب حکومتوں کی پشت پناہی سے صدام حسین کی حکومت کی جانب سے مسلط کی جانے والی آٹھ سالہ جنگ ہے، ان اقدامات کے ذریعے بھی دشمن اسلامی جمہوریہ ایران کے فلسطین کے دفاع کے جذبے کو دبا نہیں سکا۔

اس طرح فلسطین کی رگوں میں نیا خون دوڑ گیا۔ فلسطین کی مسلم جہادی تنظیمیں پنپنے لگیں۔ دشمن اور اس کے ہمنواؤں کے مقابل لبنان کی مزاحمتی تحریک کو بھی نئی طاقت اور

نیا جذبہ ملا۔ فلسطین نے عرب حکومتوں پر تکیہ کرنے کے بجائے اور استکباری طاقتوں کی شریک جرم اقوام متحدہ جیسی عالمی تنظیموں کی جانب دست نیاز دراز کرنے کے بجائے، اپنے اوپر، اپنے نوجوانوں پر، اپنے گہرے اسلامی عقیدے پر اور اپنے ایثار پیشہ مردوں اور عورتوں پر تکیہ کرنے لگا۔

صیہونیت کی شرمناک شکست

گذشتہ تین عشروں کے دوران یہ سلسلہ روز بروز بڑھتا اور مضبوط ہوتا گیا۔ 2006 عیسوی میں لبنان میں صیہونی حکومت کی شرمناک شکست، بڑے بڑے دعوے کرنے والی فوج کی 2008 میں غزہ میں زبردست ہزیمت، جنوبی لبنان سے فرار اور غزہ سے پسپائی، غزہ میں مزاحمتی تحریک کی حکومت کی تشکیل، بلکہ ایک جملے میں یوں کہا جائے کہ بے بس اور مایوس فلسطینی عوام کا پر امید، مستحکم اور جذبہ خود اعتمادی سے سرشار قوم میں تبدیل ہو جانا ان تیس برسوں کی سب سے خاص بات ہے۔

یہ اجمالی تصویر اس وقت مکمل ہوگی جب خیانت اور ساز باز پر مبنی مذاکراتی سرگرمیوں کی حقیقی ماہیت پر نظر ڈالی جائے جن کا مقصد مزاحمت کے چراغ کو خاموش کرنا اور فلسطینی تنظیموں اور عرب حکومتوں سے اسرائیل کو قانونی مملکت کا درجہ دلوانا ہے۔

یہ سرگرمیاں جن کی شروعات جمال عبد الناصر کے خائن اور نااہل جانشین کے ہاتھوں کیمپ ڈیوڈ معاہدے کے تحت ہوئیں، ہمیشہ مزاحمت کے فولادی عزم کو اندر سے متزلزل کرنے پر مرکوز رہی ہیں۔ کیمپ ڈیوڈ معاہدے میں پہلی دفعہ ایک عرب حکومت نے باضابطہ طور پر فلسطین کی اسلامی سرزمین کے صیہونی علاقہ ہونے کا اعتراف کیا اور اس تحریر پر دستخط کئے جس میں اسرائیل کو یہودیوں کا قومی آشیانہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد 1993 میں اوسلو معاہدے تک اور پھر امریکہ علمبرداری میں اور استعماری یورپی حکومتوں کی حمایت سے جو منصوبے ساز باز پر آمادہ فلسطینی گروہوں پر مسلط کئے گئے سب میں دشمن کی یہی کوشش رہی کہ کھوکھلے اور پرکشش وعدوں کے ذریعے فلسطینی تنظیموں اور عوام کو استقامت و مزاحمت

سے کنارہ کشی پر تیار کیا جائے اور انہیں سیاست کے میدان میں بچگانہ امور میں الجھا دیا جائے۔ ان منصوبوں اور معاہدوں کی حقیقت بہت جلد کھل گئی۔ صیہونیوں اور ان کے حامیوں نے بارہا اپنے عمل یہ ثابت کیا کہ تحریری معاہدوں کو وہ بے وقعت پرچوں سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتے۔ ان منصوبوں کا مقصد فلسطینیوں کے اندر گومگو کی کیفیت پیدا کرنا، ان کے اندر موجود دنیا پرست بے عقیدہ لوگوں کو لالچ میں ڈالنا اور اسلامی مزاحمتی تحریک کو مٹانا تھا۔

نصرت الٰہی کے مظاہر

ان تمام خیانت آمیز چالوں کا توڑ اب تک فلسطینی عوام اور اسلامی تنظیموں کے اندر موجزن جذبہ مزاحمت و استقامت رہا ہے۔ بفضل پروردگار وہ دشمن کے مقابل ڈٹے ہوئے ہیں اللہ تعالی کے اس وعدے کے مطابق

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ؀

اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اسکی مدد کریں گے۔ بیشک اللہ بہت طاقت اور بزرگی والا ہے۔ [1]

وہ نصرت الٰہی سے بھی بہرہ مند ہیں۔ سخت محاصرے کے عالم میں غزہ کی استقامت نصرت الٰہی سے عبارت ہے۔ خیانت کار اور بدعنوان حسنی مبارک کی سرنگونی، نصرت الٰہی سے عبارت ہے، علاقے میں طاقتور اسلامی بیداری کی لہر کا اٹھنا، نصرت خداوندی سے عبارت ہے، امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے چہروں سے فریب اور نفاق کے پردے کا ہٹ جانا اور ان کے خلاف علاقے کی قوموں کی روز افزوں نفرت بھی نصرت الٰہی سے عبارت ہے، صیہونی حکومت کو پے در پے پیش آنے والی دشواریاں، سیاسی، اقتصادی اور داخلی سماجی مشکلات سے لیکر عالمی سطح کی تنہائی، اس کے خلاف عام نفرت اور حتی یورپی یونیورسٹیوں میں پائی جانے والی بیزاری سب کچھ نصرت الٰہی کے مظاہر ہیں۔

اس وقت صیہونی حکومت ہمیشہ سے زیادہ نفرت انگیز، کمزور اور تنہا ہے اور اس کا

---

[1] سورۂ الحج: ۴۰

اصلی حامی امریکہ ہمیشہ سے زیادہ سراسیمہ اور مشکلات میں ڈوبا ہوا ہے۔

پورا فلسطین، تمام فلسطینیوں کے لئے

اس وقت ہمارے سامنے فلسطین کی ساٹھ سال سے زیادہ عرصے کی اجمالی تاریخ ہے جسے دیکھ کر اور جس سے سبق حاصل کرتے ہوئے مستقبل کا خاکہ کھینچنا چاہئے۔

دو نکات کے بارے میں پہلے ہی وضاحت کر دینے کی ضرورت ہے۔

اول یہ کہ ہمارا مطمع نظر فلسطین کی آزادی ہے، فلسطین کے صرف ایک حصے کی آزادی نہیں۔ جس تجویز میں بھی فلسطین کی تقسیم کی بات کی گئی ہے نا قابل قبول ہے۔ دو حکومتوں کی تشکیل کا تجویز جس پر اقوام متحدہ میں فلسطینی حکومت کی رکنیت کا برحق جامہ چڑھا دیا گیا ہے، سوائے صیہونیوں کے مطالبات کے سامنے سر جھکانے یعنی فلسطینی سرزمین میں صیہونی حکومت کا وجود تسلیم کرنے کے، کچھ اور نہیں ہے۔ یہ ملت فلسطین کے حقوق کی پامالی، فلسطینی پناہ گزینوں کے حقوق سے بے اعتنائی بلکہ 1948 کی سرزمین پر بسنے والے فلسطینیوں کے حقوق کو خطرے میں ڈال دینے کے معنی میں ہے، سرطانی پھوڑے کو باقی رکھنے اور امت اسلامیہ اور بالخصوص علاقے کی قوموں کو دائمی خطرے میں ڈالنے کے معنی میں ہے، شہیدوں کے خون کی پامالی اور کئی عشروں سے جاری رنج و آلام کو دائمی بنانے کے معنی میں ہے۔

ہر عملی منصوبہ ''پورا فلسطین، تمام فلسطینیوں کے لئے'' کے اصول پر استوار ہو۔ فلسطین نہر سے بحر تک (دریائے اردن سے بحیرہ روم تک پھیلا ہوا) فلسطین ہے اس سے ایک بالشت بھی کم نہیں۔ البتہ یہ نکتہ فراموش نہ ہونے پائے کہ فلسطینی عوام نے جس انداز سے غزہ میں عمل کیا ہے، وہ اسی طرح فلسطین کے ہر اس خطے میں جسے وہ آزاد کرانے میں کامیاب ہوں گے، عمل کریں گے اور اپنی منتخب حکومت کے ذریعے وہاں کا انتظام سنبھالیں گے لیکن اپنے آخری ہدف کو کبھی فراموش نہیں کریں گے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اس بلند ہدف کے حصول کے لئے باتوں کی نہیں عمل کی ضرورت ہے، سنجیدہ ہونا ضروری ہے۔ صرف نمائشی اقدامات نہیں، متلون مزاجی اور بے

صبری کی کارروائیاں نہیں تدبر وصبر وتحمل ضروری ہے۔ دور اندیشی کی ضرورت ہے، ہر قدم پورے عزم وتوکل اور بھر پور امید کے ساتھ بڑھانا ہے۔ مسلمان حکومتیں اور قومیں، لبنان، فلسطین اور دیگر ممالک میں موجود مزاحمتی تنظیمیں، سب اس ہمہ گیر مجاہدت میں اپنے کردار اور شراکت کا تعین کر سکتے ہیں اور مزاحمت کی تصویر کو مکمل کر سکتے ہیں۔

فلسطین کا قضیہ حل کرنے اور اس پرانے زخم کا مداوا کرنے کے لئے اسلامی جمہوریہ کی تجویز بالکل واضح، معقول اور عالمی رائے عامہ کی سطح پر مسلمہ سیاسی امور کے مطابق ہے۔ ہم نے نہ تو اسلامی ممالک کی روایتی جنگ کی تجویز دی ہے، نہ ہی ہجرت کرکے آنے والے یہودیوں کو سمندر میں غرق کر دینے کی بات کہی ہے اور نہ ہی اقوام متحدہ اور دیگر عالمی تنظیموں کی قضاوت کی پیشکش ہے۔ ہم نے فلسطینی قوم کے درمیان استصواب رائے کرانے کی تجویز دی ہے۔ دوسری اقوام کی طرح فلسطینی قوم کو بھی اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے اور نظام کی تشکیل عمل میں لانے کا حق ہے۔ باہر سے آئے ہوئے مہاجرین نہیں، فلسطین کے اصلی عوام وہ مسلمان ہوں، عیسائی ہوں یا یہودی، فلسطین کے اندر رہتے ہوں یا پناہ گزیں کیمپوں میں یا پھر دیگر مقامات پر، سب ایک شفاف ریفرنڈم میں شرکت کریں اور فلسطین کے لئے نظام حکومت کا انتخاب کریں۔ اس کے نتیجے میں تشکیل پانے والا نظام اور حکومت جب امور کو سنبھال لے تب غیر فلسطینی مہاجرین کے مستقبل کا فیصلہ کرے جو گذشتہ برسوں کے دوران اس ملک میں لا کر بسائے گئے ہیں۔ یہ ایک منصفانہ اور منطقی تجویز ہے جسے عالمی رائے عامہ بھی بخوبی سمجھتی ہے اور اس کے لئے خودمختار حکومتوں اور قوموں کی حمایت حاصل کی جا سکتی ہے۔ البتہ ہمیں غاصب صیہونیوں سے یہ توقع نہیں رکھنا چاہئے کہ وہ آسانی سے اسے مانیں گے۔ اسی مرحلے کے لئے مزاحمتی تنظیموں، قوموں اور حکومتوں کے کردار کی اہمیت سامنے آتی ہے۔ ملت فلسطین کی مدد کا سب سے بنیادی طریقہ غاصب دشمن کی پشت پناہی بند کر دینا ہے جو اسلامی حکومتوں کا بہت بڑا فریضہ ہے۔ اس وقت قوموں کے میدان عمل میں اتر آنے کے بعد اور صیہونی حکومت کے خلاف ان کے

پرزورنعروں کے گونج اٹھنے کے بعد مسلم حکومتیں کس منطق کی بنیاد پر غاصب حکومت کے ساتھ تعلقات جاری رکھے ہوئے ہیں؟ فلسطینی قوم کی حمایت اور طرفداری کے سلسلے میں مسلمان حکومتوں کی صداقت کی سند اس (صیہونی) حکومت سے جملہ خفیہ وظاہری اقتصادی وسیاسی تعلقات کا خاتمہ ہے۔ جو حکومتیں صیہونیوں کے سفارت خانوں یا اقتصادی دفاتر کی میزبانی کر رہی ہیں فلسطین کے دفاع کا دعوی نہیں کرسکتیں اور صیہونیت مخالف ان کا کوئی بھی نعرہ سنجیدگی سے نہیں لیا جا سکتا۔

صیہونی حکومت اور اس کے مغربی حامی دہشت گرد ہیں

اسلامی مزاحمتی تنظیمیں جو گذشتہ برسوں میں جہاد کی بھاری ذمہ داری اپنے دوش پر اٹھائے ہوئے تھیں، آج بھی یہی عظیم فریضہ ان کے دوش پر ہے۔ ان کی منظم مزاحمت ایک سرگرم عمل بازو ہے جو فلسطینی قوم کو حتمی ہدف کے قریب لے جا سکتا ہے۔ ایسے عوام کی شجاعانہ مزاحمت کو جس کا ملک اور گھر بار غصب کر لیا گیا ہو، تمام عالمی معاہدوں میں درست قرار دیا گیا ہے اور اس کی تعریف بھی کی گئی ہے۔ صیہونزم سے وابستہ تشہیراتی اور سیاسی نیٹ ورک کی جانب سے اس پر دہشت گردی کا الزام بے بنیاد بات ہے۔ کھلے ہوئے دہشت گرد تو صیہونی حکومت اور اس کے مغربی حامی ہیں جبکہ فلسطینیوں کی مزاحمت دہشت گردوں کے خلاف مقدس انسانی اور شجاعانہ اقدام ہے۔

اس درمیان، مغربی ممالک کے لئے بھی مناسب ہوگا کہ منظرنامے کو حقیقت پسندی کی نگاہ سے دیکھیں۔ مغرب اس وقت دوراہے پر کھڑا ہے۔ یا اسے اپنی دیرینہ زور زبردستی اور استبداد سے دست بردار ہو کر فلسطینی قوم کے حقوق کو تسلیم کرنا اور مزید برآں جابر اور انسانیت کے دشمن صیہونیوں کے منصوبے کی پیروی کو ترک کر دینا چاہئے اور نہیں تو مستقبل قریب میں زیادہ سخت ضرب برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ یہ مفلوج کن ضربیں اسلامی علاقے میں ان کی فرمانبردار حکومتوں کے پے در پے سقوط تک ہی محدود نہیں رہیں گی بلکہ جس دن یورپ اور امریکہ کی قوموں کو ادراک ہو جائے گا کہ ان کی بیشتر

اقتصادی، سماجی اور اخلاقی مشکلات کی جڑ ان کے حکمران طبقے پر عالمی صیہونزم کا آہنی تسلط ہے اور یہ کہ ان کی حکومتیں اپنے شخصی اور تنظیمی مفادات کے لئے امریکہ اور یورپ میں خون چوسنے والی کمپنیوں کے مالکان کی زور زبردستی کے سامنے سربسجود ہیں تو ان حکومتوں کے لئے ایسا جہنم تیار ہوگا کہ ان کی گلوخلاصی کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

امریکہ کے صدر کہتے ہیں کہ اسرائیل کی سلامتی ان کی ریڈ لائن ہے۔ یہ ریڈ لائن کس نے بنائی ہے؟ امریکی عوام کے مفادات نے یا دوسری دفعہ صدارتی کرسی حاصل کرنے کے لئے صیہونی کمپنیوں کی مدد اور پیسے کی اوباما کی شخصی ضرورت نے؟ آپ کب تک اپنے عوام کو دھوکہ دیتے رہیں گے؟ جس دن امریکی عوام کو بخوبی علم ہو گیا کہ آپ نے اقتدار کے ایوانوں میں مزید چند شب و روز گزارنے کے لئے صیہونی دولتمندوں کے سامنے ذلت اور رسوائی گوارا کی اور قوم کے بڑے مفادات کو ان کے قدموں پر رکھ دیا تو وہ آپ کا کیا حال کریں گے؟

آپ یاد رکھئے اوباما اور اسی قبیل کے افراد کی یہ ریڈ لائن انقلاب پر کمر بستہ مسلمان قوموں کے ہاتھوں توڑی جائے گی۔ صیہونی حکومت کو خطرہ ایران اور مزاحمتی تنظیموں کے میزائلوں سے نہیں ہے کہ یہاں سے وہاں تک میزائل شیلڈ لگائی جا رہی ہے۔ سب سے بڑا اور کبھی نہ ٹلنے والا خطرہ اسلامی ممالک کے مردوں، عورتوں اور نوجوانوں کا عزم محکم ہے جو اب مزید یہ برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں کہ امریکہ، یورپ اور ان کے مہرے ان پر حکومت اور ان کی تحقیر کریں۔

البتہ دشمن کی طرف سے خطرے کا احساس ہونے پر میزائل بھی اپنا کام انجام دیں گے۔[1]

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

[1] انتفاضہ فلسطین کی حمایت میں منعقدہ کانفرنس سے خطاب یکم دسمبر 2011

فلسطینی عوام کی مدد مسلمانوں کے لئے واجب کفائی

میں مسئلہ فلسطین کو ہمیشہ عالم اسلام کا سب سے اہم مسئلہ سمجھتا ہوں۔ جب قفقاز، بالکان اور جنوب مغربی ایشیا کے ممالک اسی سال تک اپنی حقیقی شناخت سے محرومی اور سابق سویت یونین کا حصہ رہنے کے بعد اپنی شناخت دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں تو فلسطین کی حقیقی شناخت کی بازیابی کیوں نہیں ہوسکتی؟۔

مسئلہ فلسطین کا مستقبل واضح ہے اور عالم اسلام کے اس سب سے اہم مسئلے کے سلسلے میں ہماری ذمہ داریاں مزید آشکار ہوگئی ہیں۔لبنان کی تینتیس روزہ جنگ کے دوران اسلامی مزاحمت کے مقابلے میں اسرائیل کی حیرتناک سیاسی وفوجی شکست اور غزہ میں فلسطینی عوام اور قانونی حکومت کے خلاف بائیس روزہ مجرمانہ لشکرکشی میں صیہونی حکومت کی شرمناک ناکامی ہے۔

صیہونی حکومت جو کئی عشروں تک اپنی فوجی و اسلحہ جاتی توانائی اور امریکہ کی سیاسی وفوجی پشت پناہی کی بنیاد پر خود کو ہیبت ناک اور ناقابل تسخیر ظاہر کرتی آئی تھی اب تک اسلامی مزاحمت کے جانبازوں سے، جو اسلحے اور فوجی ساز وسامان سے زیادہ اللہ تعالی اور عوام پر تکیہ کرنا پسند کرتے ہیں، دوبار شکست کھا چکی ہے اور فوجی تیاریوں، مشقوں، لمبی چوڑی انٹیلی جنس ایجنسیوں، امریکہ اور بعض دیگر مغربی حکومتوں کی حمایت و پشت پناہی، اسی طرح عالم اسلام کے کچھ منافقوں کی سازباز کے باوجود اسلامی بیداری کے مقابلے میں اس کی بے بسی، تیز رفتار سرنگونی اور شکست وریخت ظاہر ہوگئی ہے۔ دوسری جانب غزہ کے

تاریخی سانحے میں صیہونی مجرموں کے ذریعے انجام دیئے جانے والے جرائم، بے گناہ عوام کا وسیع پیمانے پر قتل عام، بے محافظ گھروں کی مسماری، شیر خوار بچوں کے گولیوں سے چھلنی سینے، مساجد اور اسکولوں پر بمباری، فاسفورس بموں اور دیگر ممنوعہ غیر روایتی اسلحے کا استعمال، تقریبا دو سال تک غذائی اشیاء، دواؤں، ایندھن اور دیگر بنیادی ضرورت کی چیزوں کی غزہ کے لئے سپلائی کو روک دینا اور ایسے ہی دیگر بے شمار جرائم سے ثابت ہو گیا کہ بحران فلسطین کے ابتدائی عشروں کے جعلی صیہونی حکومت کے عہدہ داروں کی وحشیانہ و مجرمانہ سرشت میں اب بھی کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا ہے۔ وہی روش اور وہی درندگی و بے رحمی جو دیر یاسین، صبرا وشتیلا کے المیوں کا باعث بنی وقت کے ان طاغوتوں کے سیاہ دل و ذہن پر اب بھی حکم فرما ہے بلکہ ٹیکنالوجی کی ترقی سے بھر پور استفادے کے نتیجے میں جرائم کا دائرہ بہت زیادہ وسیع اور بھیانک ہو گیا ہے۔

خواہ وہ لوگ ہوں جنہوں نے صیہونی حکومت کے نا قابل تسخیر ہونے کے وہم میں پڑ کر ''حقیقت پسندی'' کا راگ الاپتے ہوئے غاصب قوت سے ساز باز کے لئے ہاتھ بڑھا دیئے ہیں یا وہ افراد جو صیہونی سیاسدانوں کی دوسری اور تیسری نسل کو پہلی نسل کے جرائم سے مبرا خیال کر کے ان کے جوار میں پر امن بقائے باہمی کے خواب دیکھ رہے ہیں، اب وہ سب کے سب اپنی غلط فہمی سے واقف ہو چکے ہوں گے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ امت مسلمہ کی بیداری کی موج اٹھنے اور اسلامی مزاحمت کے پودے کے تناور درخت میں تبدیل ہو جانے کے ساتھ ہی جھوٹا دبدبہ ہوا ہو گیا اور صیہونی حکومت کی ناتوانی و بے بسی نظروں کے سامنے آ گئی۔ دوسرے یہ کہ وہی جارحیت پسندی اور جرائم کے سلسلے میں بے شرمی جو ابتدائی عشروں میں صیہونی حکام کے یہاں تھی آج بھی اس حکومت کو چلانے والوں میں نمایاں ہے۔ جب بھی انہیں موقع ملتا ہے یا انہیں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے بس میں ہے وہ کوئی بھی مجرمانہ عمل انجام دینے سے پیچھے نہیں ہٹتے۔ فلسطین پر غاصبانہ قبضے کو ساٹھ سال کا عرصہ ہو رہا ہے۔ اس مدت میں غاصب قوتوں نے دولت، ٹیکنالوجی اور اسلحے سے لیکر سیاسی

وسفارتی حربوں اور وسیع نیوز چینلوں تک مادی طاقت کے تمام وسائل استعمال کئے ہیں۔ لیکن ان وسیع وحیرت انگیز شیطانی کوششوں کے باوجود غاصب قوتیں اور ان کے حامی نہ صرف یہ کہ صیہونی حکومت کے وجود کو تسلیم کروانے کے مسئلے کو حل نہیں کر سکے بلکہ یہ مسئلہ پہلے سے زیادہ پیچیدہ ہوگیا ہے۔ فلسطین پر غاصبانہ قبضے کا بہانہ قرار پانے والے ہولوکاسٹ کے بارے میں سوال اور تحقیق کی بابت مغربی وصیہونی ذرائع ابلاغ اور صیہونزم کی حامی حکومتوں کی برہمی وعدم تحمل ابہام اور تزلزل کی علامت ہے۔ اس وقت عالمی رای عامہ کے سامنے صیہونی حکومت کی شروع سے اب تک کی سیاہ تاریخ کی سب سے بدترین شکل موجود ہے اور اس کی پیدائش اور تشکیل کے بارے میں زیادہ سنجیدگی سے سوال اٹھنے لگے ہیں۔ مشرقی ایشیا سے لاطینی امریکہ تک صیہونی حکومت پر ہونے والے فطری اور بے مثال اعتراضات اسی طرح دنیا کے ایک سو بیس ممالک منجملہ یورپ اور خود برطانیہ میں جو اس ''شجرہ خبیثہ'' کے معرض وجود میں آنے کا مقام ہے، مظاہروں کا سلسلہ اور تینتیس روزہ جنگ لبنان کے دوران اسلامی مزاحمت کے لئے ہمدردی اور حمایت کا اظہار بتاتا ہے کہ صیہونزم کے خلاف عالمی سطح کی مزاحمت شروع ہوگئی ہے جو پچھلے ساٹھ برسوں میں کبھی بھی اتنی سنجیدہ اور وسیع وعمیق نہیں تھی۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ لبنان وفلسطین کی اسلامی مزاحمت دنیا کے ضمیر کو بیدار کرنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ یہ امت مسلمہ کے دشمنوں کے لئے بھی ایک سبق ہے جو طاقت کے استعمال اور سرکوبی کی پالیسی کے ذریعے ایک جعلی قوم وحکومت کی تشکیل کے خواہاں تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ انہوں نے اسے ناقابل تردید حقیقت بنانے کی کوشش کی اور عالم اسلام کے ساتھ کی جانے والی اس زیادتی کو معمول کی بات قرار دینا چاہا، اسی طرح یہ امت مسلمہ بالخصوص غیور نوجوانوں اور بیدار اذہان کے لئے بھی (ایک سبق ہے) کہ وہ یاد رکھیں کہ پامال شدہ حق کی بازیابی کے لئے جدوجہد کبھی رائیگاں نہیں جاتی اور اللہ تعالی کا وعدہ سچا ہے جس نے ارشاد فرمایا:

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى

نَصۡرِهِمۡ لَقَدِيۡرُۨ ۝٣٩ الَّذِيۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ بِغَيۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ يَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذۡكَرُ فِيۡهَا اسۡمُ اللّٰهِ كَثِيۡرًا ؕ وَلَيَنۡصُرَنَّ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيۡزٌ ۝٤٠

جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور خدا (ان کی مدد کرے گا وہ) یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے (انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار خدا ہے۔ اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) صومعے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں خدا کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے ویران ہو چکی ہوتیں۔ اور جو شخص خدا کی مدد کرتا ہے خدا اس کی ضرور مدد کرتا ہے۔ بے شک خدا توانا اور غالب ہے۔[1]

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے:

لَا يُخۡلِفُ اللّٰهُ الۡمِيۡعَادَ ۝٢٠

بیشک اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔[2]

اللہ تعالی نے فرمایا:

وَلَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ ؕ

---

[1] سورۃ الحج: ۳۹ تا ۴۰

[2] سورۃ الرعد: ۳۱

اور خدا اپنا وعدہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔ [۱]

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(یہ) خدا کا وعدہ (ہے) خدا اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۲]

اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے:

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

تو ایسا خیال نہ کرنا کہ خدا نے جو اپنے پیغمبروں سے وعدہ کیا ہے اس کے خلاف کرے گا بے شک خدا زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے۔ [۳]

اس سے زیادہ واضح اور صریحی وعدہ کیا ہوسکتا ہے جس میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

---

[۱] سورۂ الحج: ۴۷

[۲] سورۂ الروم: ٦

[۳] سورۂ ابراہیم: ۴۷

الْفٰسِقُوْنَ۝۵۵

جولوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے۔اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔[1]

مسئلہ فلسطین کے متعلق غلط فہمی

مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں متعلق افراد کو ایک بڑی غلط فہمی یہ ہوگئی ہے کہ اسرائیل نام کا ایک ملک ساٹھ سالہ حقیقت ہے اور اسے تسلیم کر لینا چاہئے۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ یہ لوگ آنکھوں کے سامنے موجود دیگر حقائق سے سبق کیوں نہیں لیتے؟ بالکان، قفقاز اور جنوب مغربی ایشیا کے ممالک نے اسی سال تک اپنے تشخص سے محرومی اور سابق سویت یونین کا جز رہنے کے بعد کیا اپنی حقیقی شناخت دوبارہ حاصل نہیں کر لی؟ تو پھر فلسطین جو عالم اسلام کا پارہ تن ہے، اسلامی اور عرب ملک کا اپنا تشخص دوبارہ کیوں حاصل نہیں کر سکتا؟ اور فلسطینی نوجوان جو سب سے زیادہ باہوش اور مضبوط عرب نوجوان ہیں اس ظالمانہ حقیقت پر غلبہ کیوں حاصل نہیں کر سکتے؟

ایک اور بڑا مغالطہ یہ ''خیال'' ہے کہ ملت فلسطین کے لئے واحد راہ نجات مذاکرات ہیں! مذاکرات کس کے ساتھ؟ طاقت کی زبان کے علاوہ کوئی اصولی بات نہ سمجھنے والی غاصب، منحرف اور جبر پسند صیہونی حکومت کے ساتھ؟ جن لوگوں نے اس بچگانہ خیال اور فریب سے خود کو مطمئن کر لیا، انہیں کیا ملا؟ صیہونیوں سے خود مختار انتظامیہ کی شکل میں انہیں جو کچھ ملا اس کی ذلت آمیز اور توہین آمیز ماہیت سے قطع نظر بھی، سب سے پہلی بات

---

[1] سورۂ النور: ۵۵

یہ ہے کہ اس کے لئے تقریباً پوری سرزمین فلسطین پر غاصب حکومت کی مالکیت کے اعتراف کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔ دوسرے یہ کہ اس آدھی ادھوری اور غیر حقیقی حکومت کو بھی مختلف مواقع پر الگ الگ بہانوں سے کچلا جاتا رہا۔ رام اللہ میں یاسر عرفات کو انتظامیہ کی عمارت میں محصور رکھنا اور ان کی طرح طرح سے توہین و تذلیل کوئی ایسا معمولی واقعہ نہیں جسے فراموش کر دیا جائے۔ تیسری بات یہ کہ عرفات کا زمانہ ہو یا ان کے بعد کا دور، خود مختار انتظامیہ کے عہدہ داروں کے ساتھ (صیہونیوں نے) اپنے تھانیداروں جیسا رویہ رکھا۔ ان کا فریضہ فلسطینی مجاہدین کا تعاقب و گرفتاری اور انٹیلی جنس اور پولیس کے اہلکاروں کے ذریعے ان کا محاصرہ کرنا ہے، اس طرح فلسطینی گروہوں کے مابین بغض و کینے کا بیج بودیا اور انہیں ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا دیا۔ چوتھی بات یہ کہ چھوٹی موٹی کامیابیاں جو ملیں وہ مجاہدوں کے جہاد اور کبھی شکست قبول نہ کرنے والے غیور عورتوں اور مردوں کی استقامت کی برکت سے ملی۔ اگر انتفاضے شروع نہ ہوئے ہوتے تو فلسطین کے روایتی سربراہوں کی پے در پے پسپائی کے باوجود صیہونی انہیں اتنا بھی نہ دیتے۔

یہ مذاکرات امریکہ اور برطانیہ کے ساتھ جنہوں نے اس سرطان کو وجود بخشنے اور اس کی حفاظت کرنے کے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا؟ جو ثالثی سے پہلے فریق ہیں؟ امریکی حکومت نے کبھی بھی صیہونی حکومت حتیٰ حالیہ سانحہ غزہ جیسے اس کے آشکار جرائم کی بے دریغ حمایت بند نہیں کی ہے۔ یہاں تک کہ نئے امریکی صدر بھی جو بش انتظامیہ کی پالیسیوں میں تبدیلی کے نعرے کے ساتھ اقتدار میں آئے ہیں اسرائیل کی سلامتی کے بے قید و شرط عہد کا دم بھرتے ہیں۔ یعنی ریاستی دہشت گردی کا دفاع، ظلم و زیادتی کا دفاع، بائیس دنوں کے دوران سینکڑوں فلسطینی عورتوں، مردوں اور بچوں کے قتل عام کی حمایت۔ یہ بھی بش کے دور کی کجروی ہے، اس سے ہرگز کم نہیں ہے۔

اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کی بدنامی

اقوام متحدہ سے وابستہ اداروں سے مذاکرات بھی ایک اور بے نتیجہ روش ہے۔

شاید ہی فلسطین کی مانند کوئی مسئلہ ہو جس میں اقوام متحدہ کا ایسا قلعی کھول دینے اور بدنامی سے دو چار کر دینے والا امتحان ہوا ہو۔

سلامتی کونسل نے گستاخ دہشت گرد گروہوں کے ہاتھوں فلسطین پر غاصبانہ قبضے کو فوراً تسلیم کر لیا اور اس تاریخی ظلم کے رونما ہونے اور جاری رہنے کے سلسلے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس کے بعد کئی عشروں کے دوران اس (صیہونی) حکومت کی گوناگوں جنگی جرائم، دیگر مجرمانہ اقدامات، نسل کشی کی کاروائی اور گھروں کی مسماری پر رضامندانہ سکوت اختیار کیا۔ یہاں تک کہ جب جنرل اسمبلی نے صیہونزم کو نسل پرست قرار دے دیا تو اس کی تائید کرنا تو درکنار عملی طور پر اس (فیصلے) سے ایک سو اسی درجے کا فاصلہ اختیار کر لیا۔ دنیا کے تسلط پسند ممالک جو سلامتی کونسل کی مستقل رکنیت کے مالک ہیں اس عالمی ادارے کو حربے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ سلامتی کونسل نہ صرف یہ کہ دنیا میں قیام امن کے سلسلے میں کوئی مدد نہیں کرتی بلکہ جب بھی انسانی حقوق، جمہوریت اور اس جیسی دیگر باتیں ان (ممالک) کے تسلط و غلبے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں یہ کونسل ان کا ساتھ دیتی ہے اور ان کے غیر قانونی کاموں پر دروغ اور فریب کا لبادہ ڈال دیتی ہے۔

اقوام متحدہ، یا تسلط پسند طاقتوں اور بالخصوص صیہونی حکومت کی چاپلوسی اور تملق کے ذریعے فلسطین کو نجات نہیں دلائی جا سکتی۔ نجات کا واحد راستہ استقامت و پائیداری ہے۔ فلسطینیوں کا اتحاد اور کلمہ توحید ہے جو جہادی تحریک کا لامتناہی ذخیرہ ہے۔ اس استقامت و پائیداری کے ستون، ایک طرف فلسطین کے اندر اور باہر مجاہد فلسطینی تنظیمیں اور فلسطین کے مومن و مجاہد عوام ہیں تو دوسری جانب پوری دنیا کی مسلم قومیں اور حکومتیں بالخصوص علما و دانشور، سیاسی شخصیات اور یونیورسٹیوں سے وابستہ افراد ہیں۔ اگر یہ دونوں مستحکم ستون اپنی جگہ پر قائم رہیں تو بلا شبہ بیدار ضمیر، ذہن اور فکریں جو سامراج و صیہونزم کے میڈیا کے مسحور کن پروپیگنڈوں سے مسخ نہیں ہوئے ہیں دنیا کے ہر گوشے سے صاحب حق اور مظلوم کی مدد کے لئے آگے آئیں گے اور سامراجی نظام کو ان کے افکار و نظریات،

جذبات واحساسات اور عمل واقدامات کے ایک طوفان کا سامنا کرنا ہوگا۔

اس حقیقت کا ایک نمونہ غزہ کی حالیہ پرشکوہ استقامت و پائیداری کے ایام میں ہم سب نے دیکھا۔ ذرائع ابلاغ کے کیمروں کے سامنے ایک عالمی امداد رساں ادارے کے مغربی سربراہ کا گریہ، انسان دوستانہ امداد کی تنظیموں کے کارکنوں کے ہمدردی بھرے بیانات، یورپی دارالحکومتوں اور امریکی شہروں میں عوام کے عظیم جذباتی مظاہرے، لاطینی امریکہ کے کچھ ملکوں کے سربراہوں کے شجاعانہ اقدامات، یہ سب اس بات کی علامت ہے کہ غیر مسلم دنیا پر بھی ابھی فساد وشر کی موجب طاقتوں کا مکمل غلبہ نہیں ہوسکا ہے جنہیں قرآن میں شیطان کہا گیا ہے۔ اب بھی حقیقت کی جلوہ نمائی کے لئے مواقع موجود ہیں۔

جی ہاں، فلسطین کے عوام اور مجاہدین کا صبر وضبط، استقامت و پائیداری اور تمام اسلامی ممالک سے ان کی ہمہ جہتی امداد وحمایت فلسطین پر غاصبانہ قبضے کے شیطانی طلسم کو چکنا چور کر دے گی۔ مسلم امہ کی عظیم توانائیاں سب سے گرم اور فوری مسئلہ فلسطین سمیت عالم اسلام کی تمام مشکلات کو حل کر سکتی ہیں۔

میرا خطاب پوری دنیا کے مسلمان بھائیوں اور بہنوں اسی طرح ہر ملک وملت کے بیدار ضمیروں سے ہے۔ آپ ہمت سے کام لیجئے اور صیہونی مجرموں کے تحفظ کے طلسم کو توڑ دیجئے۔ غزہ کے المیے کے ذمہ دار صیہونی حکومت کے سول اور فوجی عہدہ داروں کو عدالت کے کٹہرے میں کھینچ لائیے اور انہیں اس کیفر کردار تک پہنچائیے جو عدل وعقل کا تقاضا ہے۔ یہ پہلا قدم ہے جو اٹھایا جانا چاہئے۔ صیہونی حکومت کے سول اور فوجی حکام پر مقدمہ چلایا جانا چاہئے۔

اگر مجرم کو سزا مل جائے تو جرم کا جنون رکھنے والوں کے لئے حالات ناساز گار ہو جائیں گے۔ بڑے جرائم کے ذمہ داروں کو آزاد چھوڑ دینا مزید جرائم کی ترغیب اور حوصلہ افزائی کے مترادف ہے۔ اگر امت مسلمہ نے تینتیس روزہ جنگ لبنان اور ان دہشت ناک واقعات کے بعد المیے کے ذمہ دار صیہونیوں کی سزا کا پوری سنجیدگی سے مطالبہ کیا ہوتا، اگر

افغانستان میں بارات کو خاک وخون میں غلطاں کر دیئے جانے، عراق میں بلیک واٹر کے جرائم کے (افشاء) کے بعد اور ابوغریب نیز دیگر مقامات پر امریکی فوجیوں بدنام زمانہ اقدامات کے بعد حق کا مطالبہ کیا ہوتا تو آج ہم غزہ میں کربلا کا منظر نہ دیکھتے۔

ہم مسلم حکومتوں اور قوموں نے ان واقعات کے سلسلے میں اپنے فریضے پر جو عقل وانصاف کا تقاضا تھا، عمل نہیں کیا تو اس کا نتیجہ آج ہماری نظروں کے سامنے ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ دنیا کی بعض حکومتیں اور سیاسی شخصیات اخلاقی اصولوں اور انسانی ضمیر کے فیصلے کی بات کرتی ہیں۔لیکن غزہ میں بائیس دنوں کے دوران ساڑھے تیرہ سو سے زائد افراد کا قتل عام اور تقریباً ساڑھے پانچ ہزار بے بس عوام اور بچوں کا زخمی ہو جانا ان کے لئے کوئی بڑی بات ہی نہیں ہے۔قاتلوں اور مجرموں کو سزا دینا تو در کنار انعامات سے نوازا جا رہا ہے۔سفاک صیہونی حکومت کی سلامتی گویا کوئی ملکوتی چیز ہے جس کا ہر حالت میں دفاع ضروری ہے۔جبکہ مظلوم، خواہ وہ حکومت ہو جو عوامی انتخاب سے برسر اقتدار آئی ہے یا وہ عوام ہوں جنہوں نے اسے منتخب کیا ہے مورد الزام اور ملامت قرار پاتے ہیں۔یہ اس سیاست کا فیصلہ ہے جسے اخلاقیات اور ضمیر وجذبات سے کوئی نسبت نہیں ہے اور جس کا ان چیزوں سے راستہ ہی الگ ہے۔یہ حکومتیں جب رائے عامہ میں اپنے لئے شدید نفرت کا مشاہدہ کرتی ہیں تو اس کی بالکل نمایاں وجہ اور سبب پر نظر ڈالنے کے بجائے پھر سیاست بازی کی کوشش کرتی ہیں اور یہ معیوب سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے۔

تمام عالم اسلام میں آباد میرے بھائیو اور بہنو! آپ تجربات سے سبق حاصل کیجئے۔

اسلامی بیداری کی برکت سے اس وقت ہماری قوم عظیم قوت کی مالک بن چکی ہے۔مسلم ممالک کے بے شمار مسائل کا حل اس حیرت انگیز مجموعے کے اتحاد و بلند ہمتی پر موقوف ہے، جبکہ مسئلہ فلسطین عالم اسلام کا سب سے ہنگامی مسئلہ ہے۔

کبھی کبھار یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ فلسطین تو ایک عرب مسئلہ ہے۔اس سے مراد کیا ہے؟ اگر مراد یہ ہے کہ عربوں میں زیادہ قرابت داری کے جذبات پائے جاتے ہیں اور

وہ زیادہ خدمت اور جد و جہد پر مائل ہیں تو یہ مستحسن چیز ہے اور ہم اس کی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ لیکن اگر مراد یہ ہے کہ بعض عرب ممالک کے سربراہ فلسطینی عوام کی ''اے مسلمانوں'' کی فریاد پر کوئی توجہ نہ دیں اور غزہ کے المیے جیسے معاملات میں غاصب و ظالم دشمن سے تعاون کریں اور دوسروں پر جو اپنی ضمیر کی آواز سن کر مضطرب ہیں، غرائیں کہ آپ غزہ کی مدد کیوں کر رہے ہیں تو پھر اس صورت میں کوئی مسلمان، غیور و باضمیر عرب اس بات کو قبول نہیں کرے گا اور اس کے کہنے والے کو سرزنش اور مذمت سے معاف نہیں رکھے گا۔ یہ تو وہی ''اخزم'' والی بات ہوگئی جو اپنے باپ کی پٹائی کرتا تھا اور اگر کوئی مداخلت کرتا تو اسے پھاڑ کھانے کو دوڑتا، اس کے بعد اس کا بیٹا اپنے دادا کو لات اور مکوں پر رکھ لیتا تھا۔ یہیں سے عربی زبان میں ایک مثل رائج ہوگئی۔

انَّ بَنِیَّ رمّلونی بالدّم شِنشِنۃٌ أعرِفُھا من أخزَم

فلسطینی عوام کی ہمہ جہت مدد و مکمل حمایت تمام مسلمانوں کے لئے واجب کفائی ہے۔ جو حکومتیں اسلامی جمہوریہ ایران اور بعض دیگر مسلمان ممالک پر فلسطین کی مدد کی وجہ سے اعتراض کرتی ہیں، وہ خود بڑھ کر امداد و حمایت کی ذمہ داری سنبھال لیں تو دوسروں سے یہ اسلامی فریضہ ساقط ہوجائے اور اگر ان کے پاس اس کی ہمت و توانائی و جرأت نہیں ہے تو بہتر ہوگا کہ کیڑے نکالنے اور قانون شکنی کے بجائے دوسروں کے ذمہ دارانہ اور شجاعانہ اقدامات کی قدر و قیمت کو پہنچانیں۔

آج ہر ذی شعور و باضمیر انسان مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں آگاہ ہے۔ آج ہمارا فریضہ ماضی کے ناکام نظریات اور باتوں کو دہرانا نہیں بلکہ ایسا حل پیش کرنا ہے جو فلسطین کو صیہونی حکومت کے ظلم و ستم سے نجات دلا سکے۔ ہماری تجویز جمہوریت کے تقاضوں پر پوری اترتی ہے اور عالمی رائے عامہ کا بھی مشترکہ مطمع نظر ہوسکتی ہے۔ وہ تجویز یہ ہے کہ فلسطین کی سرزمین پر حق رکھنے والے تمام افراد بشمول مسلمان، عیسائی و یہودی، ایک ریفرنڈم میں شریک ہوکر اپنے (مطلوبہ) نظام کا ڈھانچہ طے کریں۔ اس ریفرنڈم میں وہ

فلسطینی بھی شرکت کریں جنہوں نے سالہا سال تک بے وطنی کی مشقتیں برداشت کی ہیں۔

مغربی دنیا کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس راہ حل کو قبول نہ کرنا، جمہوریت کا پاس ولحاظ نہ رکھنے کی علامت ہے جس کا وہ ہر لحہ دم بھرتے رہتے ہیں۔ یہ بھی ان کے لئے قلعی کھول دینے والا امتحان ثابت ہوگا۔

اس سے قبل بھی ان کا امتحان فلسطین میں ہوا جب غرب اردن اور غزہ کے علاقے کے انتخابات کے نتیجے کو جو حماس کے برسر اقتدار آنے کی صورت میں نکلا، قبول کرنے سے انہوں نے انکار کر دیا۔ جو لوگ جمہوریت کو صرف اس صورت میں قبول کرتے ہیں، جب تک اس کے نتائج ان کے حسب منشاء ہوں، درحقیقت جنگ پسند اور مہم جو ہیں۔ اب اگر وہ امن وآشتی کی بات کرتے ہیں تو وہ دروغ اور جھوٹ کو علاوہ کچھ نہیں۔

اس وقت غزہ کی تعمیر نو کا مسئلہ فلسطین کے ہنگامی ترین مسائل میں ہے۔ حماس کی حکومت جو واضح اکثریت سے اقتدار میں آئی ہے اور صیہونی حکومت کو شکست سے دو چار کر دینے والی جس کی استقامت کی داستان فلسطین کی گذشتہ سو سال کی تاریخ کا سب سے سنہری باب ہے، اسے تعمیر نو سے متعلق تمام سرگرمیوں اور اقدامات کا محور ہونا چاہئے۔ مناسب ہوگا کہ مصری بھائی امداد کے لئے راستوں کو کھول دیں اور مسلم ممالک اور قوموں کو اس اہم ترین عمل میں اپنا فریضہ پورا کرنے دیں۔

آخر میں بائیس روزہ جنگ کے شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کرنا چاہوں گا جنہوں نے اپنے خون سے فلسطین کے (علاقے) غزہ کو اسلام وعرب دنیا کے وقار میں تبدیل کر دیا۔ میں ان کے لئے رحمت وبخشش کی دعا کرتا ہوں۔ اور فلسطین ولبنان وعراق و افغانستان کے شہیدوں، تمام شہدائے اسلام اور عظیم الشان امام (خمینی رہ) کی روح مطہرہ پر درود وسلام بھیجتا ہوں۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

فلسطینی تاریخ کی مظلوم ترین قوم

مسئلہ فلسطین موجودہ عالم بشریت کے بڑے مصائب میں سے ہے۔جس کسی کے اندر بھی انسان اور انسانی حقوق کا احساس ہے اور مظلوم انسانوں کی حمایت کا دم بھرتا ہے، اس کو اس مسئلے میں آواز اٹھانی چاہیئے اور اس مسئلے کو اپنا مسئلہ سمجھنا چاہیئے۔شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ فلسطین کا مسئلہ اور مصیبت تاریخ کے کم نظیر مسائل میں سے ہے۔ جہاں تک ہم نے جانا اور پہچانا ہے، کسی بھی قوم کی نسبت اتنا بڑا حادثہ تاریخ میں شاید ہی کبھی رونما ہوا ہے۔

آپ جو بھی انسانی مصائب فرض کریں، وہ سب فلسطین کے مسئلے میں جمع ہیں۔ بے گناہ لوگوں کے قتل سے لیکر لوگوں کو بے گھر اور آوارہ وطن کرنے تک، ایذا رسانیوں، تکلیف دینے، قید اور جلا وطنی وغیرہ سے لیکر انسانی مقام و مرتبے کی توہین تک، انسانوں کی ایک جماعت کے بشری سرمائے کی تباہی سے لیکر، دباؤ، ظلم، گھٹن اور انسانوں کے ایک گروہ کو نقل و حرکت کی اجازت نہ دینے تک، یہ سب مصائب اگر دنیا کے کسی گوشے میں انسانوں پر ڈھائے جائیں تو انسانیت مجروح اور سوگوار ہوگی جبکہ یہ تمام مصائب پینتالیس سال سے فلسطین میں ڈھائے جا رہے ہیں۔

انسانی حقوق کی طرفداری کا دم بھرنے والے اگر سچے ہیں تو فلسطینی قوم کے حقوق کی بات کریں۔آپ کس قوم کو پہچانتے ہیں کہ جس نے ان پینتالیس برسوں میں اتنی تکلیفیں اٹھائی ہوں جو فلسطینی قوم نے اٹھائی ہیں، فلسطینی قوم کی طرح مصیبتیں برداشت کی ہوں اور اس کے حقوق اس طرح نظر انداز کئے گئے ہوں؟

کیا بات ہے کہ دنیا کے کسی گوشے میں کچھ لوگوں پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کچھ

لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ انسانی حقوق کے حامی وغم خوار ہیں، ان کی حمایت کرتے ہیں، ان کی ہمدردی کی بات کرتے ہیں اور اقدام کرتے ہیں، لیکن فلسطینی عوام پر ڈھائی جانے والی ان تمام مصیبتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں؟

ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ فلسطین کے مسئلے میں حقیقت کو الٹ کے پیش کرتے ہیں۔ جو مسئلہ فلسطین کے لئے، یعنی اپنے گھر کے لئے، اپنے انسانی اور قومی حق کے لئے، کوئی اقدام کرتا ہے، اس کو سامراجی دنیا کے اخبارات و جرائد اور سامراج اور صیہونیت سے وابستہ تشہیراتی اداروں کی زبان میں دہشت گرد کے عنوان سے متعارف کرایا جاتا ہے۔ بڑی مصیبت یہ ہے کہ یہ تمام مصائب متمدن دنیا کی تائید اور منظوری سے ایک قوم پر ڈھائے جاتے ہیں۔ نام نہاد متمدن دنیا، انسانی حقوق کی نام نہاد طرفدار دنیا ان کی طرفدار ہے جنہوں نے ایک پوری قوم کے انسانی اور فطری حقوق کو اس طرح نظر انداز کر رکھا ہے۔

صیہونیوں نے آ کے فلسطینیوں کے گھروں کو غصب کر لیا۔ انہیں بنیادی ترین حقوق سے محروم کر دیا۔ ان کی سرزمین میں ان کے خلاف حکومت قائم کر دی اور آج نام نہاد متمدن دنیا، امریکہ اور سامراج کے لاؤڈ اسپیکر، اس قوم کا ساتھ دینے کے بجائے جو مظلوم واقع ہوئی ہے، اس نظام کی طرفداری کرتے ہیں جس نے ان پینتالیس برسوں میں یہ ستم ڈھائے ہیں۔ واقعی اس سے بڑا المیہ اور کیا ہوگا؟ اس سے بڑا کوئی ظلم ہمیں نظر نہیں آتا۔ ایک قوم پر اتنا بڑا اور وسیع ظلم کریں اور پھر اگر وہ قوم مجبور ہو کر کوئی اقدام کرے تو اس اقدام کو دہشت گردی اور تشدد قرار دے کر کچلا جائے۔ آج استکباری دنیا کی سیاست کا عالم یہ ہے۔ آج فلسطینیوں کے حقوق کو پامال کرنے کے لئے دنیا کے دولت و طاقت کے نظام متحد ہو گئے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ اس مسئلے کے انسانی پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیں اور برعکس ظاہر کریں۔

جن کے دل فلسطینیوں کے لئے جلتے ہیں، جو انسانی حقوق سے محروم کر دیئے جانے والے لاکھوں اور دسیوں لاکھ انسانوں کے لئے اپنا دل جلاتے ہیں، جو سرزمین

فلسطین میں غاصب صیہونی حکومت کی موجودگی کی مخالفت کرتے ہیں، انسانیت کے لئے، بیٹوں کا داغ دیکھنے والی ماؤں کے لئے، مومن نوجوانوں کے لئے اپنا دل جلاتے ہیں، ان انسانوں کے لئے اپنا دل جلاتے ہیں کہ جن کا کہنا یہ ہے کہ ہمارے گھر ہمیں واپس کر دو، ہمارا وطن ہم سے نہ چھینو، ہمارے گھر میں ہمارے اوپر اتنا ظلم نہ کرو، کیا یہ بات غلط ہے؟ کیا یہ بات تشدد اور سرکشی ہے؟ اس دنیا میں اگر کوئی اپنی قومیت کے حقوق کے احیاء کے لئے مجاہدت کرے تو کیا یہ مجاہدت غیر عادلانہ ہے؟ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم مسئلۂ فلسطین کی عادلانہ راہ حل تلاش کرنا چاہتے ہیں، میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ یہ عادلانہ راہ حل کیا ہے؟ فلسطین کس کا ہے؟ کیا فلسطینیوں کے علاوہ کسی اور کا ہے؟

کیا تم نام تبدیل کر کے ایک قوم کو اس کے بنیادی ترین حق یعنی اپنی سرزمین رکھنے کے حق سے محروم کر سکتے ہو؟ کیا جھوٹے پروپیگنڈوں سے اسرائیلی قومیت کے نام سے کوئی جھوٹی قومیت وجود میں لا سکتے ہو؟ کیا یہ چیز قابل قبول ہے؟ کیا یہ بات انصاف کے مطابق ہے؟ کیا یہ بات منصفانہ ہے؟ مسئلہ یہ نہیں کچھ اور ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ استکباری دنیا کو عالم اسلام کے جغرافیائی مرکز کی حیثیت سے سرزمین فلسطین کی ضرورت ہے تا کہ وہ اسلام کو کچل سکے، اسلامی اقوام پر دباؤ ڈال سکے اور اسلامی تحریک کو روک سکے۔

اسرائیلی حکومت اس خطے میں استکبار کی جانشین ہے تا کہ اس علاقے میں استکبار کے مفادات پورے کرے۔ قضیہ یہ ہے۔ کیا صحیح و سالم اور بے غرض انسان فلسطین کی نسبت استکبار کے جھوٹے اور خباثت آمیز پروپیگنڈوں کے دھوکے میں آ سکتے ہیں؟ آج سامراجی محاذ ملت فلسطین اور اسلامی اقوام کے حق کو پامال کرنے کے درپے ہے۔ کیا اسلامی اقوام کو یہ حق ہے کہ بیٹھ کے ایک مسلمان قوم اور اپنے حقوق کی پامالی کا تماشہ دیکھیں؟

مسئلۂ فلسطین کی راہ حل بالکل واضح ہے۔ جو لوگ اس فریب میں آ رہے ہیں کہ جا کے دشمن کے ساتھ یعنی جس نے غصب کیا ہے اس کے ساتھ مذاکرات کریں، وہ خود کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ وہ اقوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ لیکن اقوام دھوکہ نہیں کھائیں گی۔

مسئلہ فلسطین کی راہ حل یہ نہیں ہے کہ جا کے فلسطین کو غصب کرنے والے اسرائیل سے گفتگو کریں۔ وہ اگر اس علاقے میں امن چاہتے ہیں تو فلسطینیوں کے گھر انہیں واپس لوٹا دیں امن قائم ہو جائے گا۔ تم نے روس، برطانیہ، افریقا، ایشیا، ہندوستان اور دنیا کے دیگر علاقوں سے مختلف اقوام کے لوگوں کو یہاں کیوں جمع کیا ہے؟ تا کہ کچھ لوگوں کو ان کے گھروں سے باہر کر دو؟ اگر تم امن چاہتے ہو تو امن اس میں ہے کہ جو لوگ دوسرے ملکوں سے آئے ہیں وہ اپنے گھروں کو واپس جائیں اور فلسطین فلسطینیوں کو لوٹا دیں۔

فلسطین فلسطینیوں کا ہے۔ اگر فلسطین کے عوام، فلسطین کے اندر، یعنی پورے فلسطین میں، کسی تقسیم کے بغیر، حکومت تشکیل دیں تو امن قائم ہو جائے گا۔ تم اگر سچ کہتے ہو اور فلسطینی قوم، اسلامی اقوام اور اسلام کے خلاف کوئی سازش تمہارے پیش نظر نہیں ہے تو راہ حل یہ ہے۔ لیکن اگر اس راہ حل پر عمل نہ کرنا چاہو تو سامراجی کیمپ کو جان لینا چاہئے کہ ان کانفرنسوں سے جن کا وہ اہتمام کر رہے ہیں اور ان فیصلوں سے مسئلہ فلسطین حل نہیں ہوگا۔ فلسطینی مجاہدتیں نہیں رکیں گی اور رکنا بھی نہیں چاہئے۔

اسرائیل نے ثابت کر دیا ہے کہ طاقت کی زبان کے علاوہ کوئی اور زبان نہیں سمجھتا۔ اس سے ایک قوم کی طاقت اور پوری دنیا کی امت اسلامیہ کی قوت کی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں بات نہیں کی جا سکتی۔ آپ اسلامی اقوام کے نمائندے ہیں۔ آپ فلسطینی عوام کے نمائندے، اراکین پارلیمنٹ اور اقوام کے نمائندے یہاں جمع ہیں، فلسطین کے بارے میں آپ فیصلہ کریں۔ فیصلہ کچھ اور نہیں بلکہ فلسطین کی نجات کے لئے ہونا چاہئے اور اس کا صرف ایک راستہ ہے اور وہ وہی راستہ ہے کہ جس کو فلسطین کی مقدس تحریک انتفاضہ کے سپاہیوں نے پہچان لیا ہے اور اس پر چل رہے ہیں، فلسطین کے اندر جدوجہد کا راستہ۔ علاج یہ ہے اور اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

آپ دنیا کی ایک چوتھائی آبادی ہیں۔ مسلمانوں کے پاس طاقت کے عظیم ترین وسائل ہیں۔ آج دنیا آپ کے تیل کی محتاج ہے۔ آج دنیا زندگی اور حیات کے لئے آپ

کے اہم اور حساس علاقے کی محتاج ہے۔ امریکہ آپ پر کوئی چیز کیوں مسلط کرے؟ برداشت نہ کریں۔ قبول نہ کریں۔ یہ نعرے نہیں ہیں یہ حقائق ہیں۔ اگر ہم ہمت کریں اور اس انسانی اور الٰہی فریضے پر صداقت کے ساتھ عمل کریں تو یہ قابل حصول اور قابل عمل ہے۔

آج فلسطینی قوم کے منتخب اور فداکار افراد، بوڑھے، جوان، عورتیں اور مرد، مقدس سرزمین فلسطین کے اندر مجاہدت کر رہے ہیں۔ ان کی مدد کریں۔ راستہ یہ ہے۔ فلسطین کی مدد یعنی ان مجاہدین کی مدد جو مجاہدت کر رہے ہیں۔ فلسطین کی مدد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان ساز باز کرنے والوں کی مدد کی جائے جن کے دل فلسطین کے لئے نہیں جلتے بلکہ وہ اپنے ذاتی مفادات کی فکر میں ہیں۔ وہ تنظیم قابل قبول ہے اور فلسطینی عوام کے وہ حقیقی نمائندے قابل قبول ہیں کہ جو فلسطینی اقدار کی راہ میں جدوجہد کر رہے ہیں وہ تنظیم نہیں کہ جو فلسطینی اقدار کو دشمن کو ہاتھوں بیچ دے اور اس کا سودا کر لے۔

مسلم اقوام آگے بڑھیں اور ذمہ داری کا احساس کریں۔ جو کچھ میری نظر میں آج کہنا اور انجام دینا ضروری ہے، وہ سب میں نے اعلامیے میں کہہ دیا ہے۔ اس وقت بھی کہہ رہا ہوں کہ اسلامی اقوام جس طرح بھی ممکن ہو ان لوگوں کی مدد کریں جو فلسطین کے اندر جدوجہد کر رہے ہیں۔

اگر آج آپ نے پسپائی اختیار کر لی تو جان لیجئے کہ دشمن ایک محاذ اور آگے آئے گا۔ دشمنی تو ختم نہیں ہوگی۔ اسرائیل ایک مورچہ اور آگے آ جائے گا۔ امریکہ جو عالم اسلام کا دشمن ہے، ایک محاذ اور آگے آئے گا۔ اگر آپ پیچھے ہٹیں گے تو وہ آگے بڑھیں گے۔ ان کے اور آپ، امت مسلمہ کے درمیان دشمنی تو ختم نہیں ہوگی۔ سامراج کے سامراجی مطالبات تو ختم ہونے والے نہیں ہیں۔

یہاں آپ ایک ٹھوس اقدام اور حتمی فیصلہ کریں۔ کام آپ کے ہاتھ میں ہے۔ فیصلہ کریں۔ پارلیمانی فلسطین کے بارے میں فیصلہ کریں اور حکومتوں کو اس پر عمل کے لئے کہیں۔ روشن فکر اور قلم کار حضرات لکھیں اور رائے عامہ کو بیدار کریں۔ یونیورسٹی طلبا اور

نوجوان آمادہ رہیں اور بلند آواز سے اقوام کے مطالبات کا اعلان کریں۔

ایرانی قوم تیار ہے۔ ہم اپنی توانائی اور طاقت بھر آمادہ ہیں کہ اس فریضے پر عمل کریں۔ سامراج کی دشمنی بھی برداشت کریں گے۔ ہمیں فلسطین، فلسطینی انتفاضہ اور فلسطینی عوام کے قیام کی حمایت پر دھمکیاں نہ دیں۔ یہ حمایت ہمارا فریضہ ہے۔ ہم اس کو انجام دیں گے اور کسی بھی دھمکی سے نہیں ڈریں گے۔ انقلاب کے بعد سے ہی ہم استکبار کی دھمکیوں کی زد پر رہے ہیں اور پروردگار کے فضل سے خدا کی قوت وقدرت کی برکت سے استکبار ہمارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا۔ ہم اب بھی اپنے فریضے پر عمل کریں گے۔

میں آپ محترم حضرات اور برادران عزیز سے درخواست کرتا ہوں کہ اس اجتماع پر پوری سنجیدگی کے ساتھ توجہ دیں اور کوشش کریں کہ جلسوں میں کسی فیصلے پر پہنچ جائیں۔ صرف اجتماع اور نشستند، گفتند اور برخاستند کافی نہیں ہے۔ فیصلہ کریں۔ فیصلے کے ساتھ واپس جائیں اور اس فیصلے پر عمل درآمد کریں۔ اس وقت آپ دیکھیں گے کہ جو راستہ بند نظر آتا ہے وہ کھل جائے گا۔ مسلم اقوام کے ارادے کے مقابلے میں کوئی راستہ بند نہیں ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

فلسطین کی رہائی دینی فریضہ ہے

فلسطین پر غاصبانہ قبضے کی بات کو طاق نسیاں کی زینت بنا دینے کی استکباری طاقتوں کی کوششوں پر پانی پھر گیا۔

مسئلہ فلسطین کو فراموش کر دیئے جانے کے لئے کی جانے والی کوششوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی سلسلے میں شیعہ وسنی تنازعے کا مسئلہ اٹھایا گیا اور ''ہلال شیعی'' کا شور مچایا گیا جبکہ گذشتہ ساٹھ سال سے ملت فلسطین پر ان طاقتوں کے ذریعے ظلم ڈھایا جا رہا ہے لیکن کوئی ایک لفظ کہنے کا بھی روادار نہیں ہے۔

میں ایک سوال کرتا ہوں کہ کیا اسلامی جمہوریہ ایران کے نام کو کہ جس نے فلسطین کے مسئلے کو زندہ کر دیا ایک خطرے کے طور پر پیش کرنا اور صہیونیوں کے مظالم کے مقابلے میں خاموشی اختیار کر لینا خیانت اور غداری نہیں ہے؟

فلسطین اور بیت المقدس کو حاشیئے پر ڈال دیئے جانے کی سازشوں کے مقابلے میں ملت ایران کی استقامت و پامردی پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ مسئلہ فلسطین اور بیت المقدس کا معاملہ ہمارے نزدیک کوئی سیاسی حربہ نہیں ہے بلکہ اس سلسلے میں ہمارے موقف کی جڑیں ہمارے گہرے اسلامی عقائد میں پیوست ہیں اور ہم اسلامی ملک فلسطین کی صہیونیوں اور ان کے حامیوں کے چنگل سے آزادی و رہائی کو اپنا دینی اور شرعی فریضہ سمجھتے ہیں اور دیگر اسلامی ملکوں اور مسلم اقوام کو بھی مسئلہ فلسطین کو اسی نقطہ نگاہ سے دیکھنے کی دعوت دیتے ہیں۔

جس طرح اسلامی انقلاب کی کامیابی، آٹھ سالہ مقدس دفاع اور ایران کے جنگی

ان شاء اللہ خداوند عالم کی مدد ونصرت سے مسئلہ فلسطین میں بھی شفق امید کی لالی پھیلے گی اور یقینی طور پر یہ اسلامی سرزمین ملت فلسطین کو واپس مل کر رہے گی اور غیر قانونی وجعلی صیہونی حکومت کا صفحۂ ہستی سے صفایا ہوجائے گا۔

قوانین الٰہی کی رو سے ہمارے فیصلوں، ہمارے طرزعمل اور اقدامات کا دنیا کے نئے حالات کی تشکیل میں موثر کردار ہے۔ لہٰذا اگر ہم دشمن کی جیلوں میں استقامت کا مظاہرہ کرنے والے اپنے جانبازوں سے سبق لیں تو اس سے ہمارے قدموں کو ثبات اور استحکام ملے گا۔

اسلامی ممالک مسئلہ فلسطین کو اپنا مسئلہ

عظیم افرادی قوت اور جغرافیائی وسائل سے مالامال اسلامی ممالک ایک عظیم حقیقت اور تشخص کے مالک ہیں اور اگر یہ تشخص میدان میں آجائے تو کوئی بھی اسے نظر انداز نہیں کر پائے گا۔

او آئی سی کی تشکیل کی بنیادی وجہ کی یاددہانی کراتے ہوئے فرمایا کہ یہ تنظیم بنیادی طور پر فلسطین اور مسئلہ قدس کی حمایت کے لئے معرض وجود میں آئی تھی لہٰذا آج جب صیہونی، بیت المقدس، الخلیل اور دیگر فلسطینی علاقوں کو یہودی علاقوں میں تبدیل کرنے کی سازش پر عمل پیرا ہیں تو اس تنظیم کو چاہئے کہ اپنی پوری توجہ مسئلہ فلسطین پر مرکوز کرے۔ فلسطین کے مسئلے میں سامراجی طاقتوں کی تخریبی پالیسیوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام اسلامی ممالک کو ایسا محسوس ہونا چاہئے کہ مسئلہ فلسطین ان کا اپنا مسئلہ ہے۔

اسلامی ممالک میں مزید ہم فکری و ہمدلی کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ امریکہ کے حمایت یافتہ غاصب صیہونیوں پر اسلامی ممالک کی جانب سے سیاسی اور اقتصادی دباؤ ڈالا جانا چاہئے۔

ایران اور سینیگال کے باہمی تعلقات پہلے سے زیادہ فروغ دینے کے لئے اچھے مواقع اور امکانات موجود ہیں جن کا بھرپور استعمال کیا جانا چاہئے۔

فلسطین وعدہ الٰہی کی تکمیل کی جلوہ گاہ بن گیا ہے

فلسطین استکباری طاقتوں پر مستضعفین کے غلبے اور فتح کے وعدہ الٰہی کی تکمیل کی جلوہ گاہ بن گیا ہے۔ آج فلسطین حیات وزندگی، عزم وارادے، ایمان وایقان، جدوجہد اور عزت ووقار کا آئینہ دار ہے اور فلسطینی عوام نے ثابت کردیا ہے کہ روحانی قوت وتوانائی کے لحاظ سے وہ غاصب صیہونیوں سے کہیں زیادہ قوی اور طاقتور ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسرائیلی فوج جنگی وسائل کی اپنی برتری کے باوجود ان کے ایمان وارادے کو شکست نہیں دے سکی اور ہزیمت سے دوچار ہوئی۔

غزہ پر قبضے کی کوششوں میں اسرائیل کی ناکامی کو ایک معجزے سے کم نہیں ہے کہ وسیع مادی اور سیاسی حمایت اور مدد کے باوجود اسرائیل دوسال کے محاصرے کے بعد بھی فلسطینی قوم کی استقامت کو ختم نہیں کرسکا۔ مرضی پروردگار علاقے میں ظلم کا خاتمہ کرنے اور سامراجیوں کی ناک رگڑ دینے کی ہے۔ حکومت کی قسی القلبی، وحشی پنے اور سخت گیر غاصب حکومت اپنی ساٹھ سالہ عمر میں ان تمام برائیوں، مظالم اور عوام دشمنی کا مظہر رہی ہے جو ایک گروہ کے لئے تصور کی جاسکتی ہے۔ شدید دباؤ کے باوجود جاری فلسطین کی استقامت و مزاحمت کو حیرت انگیز ہے کہ فلسطینی عوام کے جذبہ ایمانی سے پیدا ہونے والی امید اس استقامت کی بنیاد ہے اور فلسطین کے سیاسی میدان کے تمام معاملوں میں استقامت کے تسلسل اور فتح وکامرانی کی امید پر توجہ ہونی چاہئے۔ فلسطین کے جہاد اور سیاسی میدان میں جہاد اسلامی تنظیم کی کارکردگی فلسطین کے مستقبل کے سلسلے میں بہت پر امید ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اسرائیل زوال وانحطاط کا راستہ تیزی سے طے کررہا ہے اور انشاء اللہ اس کی نابودی یقینی ہوگی۔

حق کے محاذ کی مضبوطی میں مسلسل اضافے اور دوسری جانب محاذ باطل میں مسلسل تزلزل سے پتہ چلتا ہے کہ فلسطین کا انجام صیہونیوں کے چنگل سے نجات، اور صیہونی حکومت کی سرنگونی ہے۔

صیہونیوں کی مدد میں بعض عرب ممالک کی کوششوں کو دوام نہیں ہے کیونکہ مسلمان قومیں، فلسطین کی امنگوں کی حامی ہیں۔ہم اپنے عقیدے کی بنیاد پر فلسطین کا دفاع کرتے ہیں اور اس موقف پر پامردی سے کھڑے ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی اہل ایمان کی مدد ونصرت کرتا ہے۔

فلسطین کی جہادی تنظیمیں بھرپور خوداعتمادی اور پوری ہوشیاری کے ساتھ حالات پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور صیہونی دشمن کے کسی بھی احمقانہ اقدام اور کارروائی کا ڈٹ کر مقابلہ اور اپنا دفاع کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔

فلسطین کے لئے واحد راہ نجات، استقامت و پائیداری،توکل پر خدا اور ساتھ ہی عمل واقدام ہے۔اس سلسلہ میں وہاں جہادی تنظیموں اور خصوصاً حماس کا کردار قابلِ ذکر ہے مسئلہ فلسطین کا مستقبل اس سرزمین کے عوام کے خلاف کی جانے والی سختیوں،مظالم اور جرائم کے باوجود تابناک اور امید افزا ہے یہ اللہ تعالی کا یقینی وعدہ ہے کہ فتح وتائید الٰہی کے مستحق وہ افراد ہوں گے جو اللہ تعالی پر ایمان رکھتے اور اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

فلسطین کے سلسلے میں او آئی سی کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں

اس وقت او آئی سی کا مقصد مسئلہ فلسطین پر توجہ دینا ہے لہٰذا مسئلہ فلسطین کے سلسلے میں کردار ادا کرنے کے تعلق سے او آئی سی کی ذمہ داریاں اور ساتھ ہی وسائل و امکانات بہت زیادہ ہیں اور آج ظلم کی چکی میں پسنے والی بے سہارا فلسطینی قوم کو عالم اسلام کی سطح پر صحیح، محکم اور منصوبہ بند اقدام کی ضرورت ہے۔ مسلمان قوموں کی خواہش فلسطین کی مدد ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ او آئی سی فلسطینی مظلومین کے دلوں میں امید کی شمع روشن کرے۔

فلسطین کی حمایت میں ہر لازمی قدم اٹھایا جائے گا

صیہونیوں کے ہاتھوں غزہ کے مظلوم عوام منجملہ عورتوں اور بچوں کا قتل عام بھیانک المیہ، ان شرمناک جرائم سے امریکہ اور اسرائیل کا حقیقی مقصد مزاحمت اور استقامت کو کچل کر مشرق وسطی کے انتہائی حساس علاقے پر قبضہ کرنا ہے لیکن اللہ تعالی کے فضل و کرم، فلسطینی مجاہدین کی شجاعانہ پائیداری اور عزم محکم اور قوموں کی بیداری اور میدان عمل میں ہر آن موجودگی کے باعث ان واقعات کا نتیجہ باطل پر حق کی فتح کی شکل میں نکلے گا۔

غزہ میں اسرائیل کی بربریت سے سامراج کا مقصد علاقے میں مزاحمت و پائیداری کے جذبے کا خاتمہ اور دولت و ثروت اور گوناگوں ذخائر سے مالا مال مشرق وسطی کے علاقے پر تسلط قائم کرنا ہے، بنابریں مسلمان قوموں اور حکومتوں کو چاہئے کہ اس خفیہ ہدف کا ادراک کرتے ہوئے اس کے خلاف مناسب چارہ جوئی کریں۔

غزہ میں رونما ہونے والے واقعات پر علاقے کی بعض حکومتوں کی بے اعتنائی

کے خطرناک نتائج ہوں گے کہ اگر اسلام دشمن طاقتیں اس وقت کامیاب ہوگئیں تو وہ مشرق وسطی کے علاقے کو کبھی بھی اپنے چنگل سے آزاد نہیں ہونے دیں گی۔ بنابریں اس علاقے کی مسلم حکومتوں کو جو فلسطین کی امداد سے گریزاں ہیں چاہئے کہ اپنی آج کی غلطی کے بھیانک مضمرات کا ادراک کریں۔

اسلامی جمہوریہ ایران نے جس طرح اب تک فلسطین کے مظلوم عوام کی مدد کے سلسلے میں کوئی دریغ نہیں کیا ہے آئندہ بھی اس سلسلے میں جو بھی ضروری ہوا انجام دے گا۔

غزہ کے المیے انسانی حقوق کے دفاع کے دعوے داروں کے لئے شرمناک کیوں کہ غزہ کے مظلوم اور بے آسرا بچے اور خواتین ہر روز خزاں زدہ پتوں کی طرح زمین پر گر رہے ہیں اور اقوام متحدہ، انسانی حقوق کے دفاع کی دعوے دار دیگر تنظیموں اور انسانی حقوق کے سلسلے میں بلند بانگ دعوے کرنے والی یورپی حکومتوں کے منہ سے آواز تک نہیں نکل رہی ہے، اس تلخ حقیقت سے انسانی حقوق کے دفاع کے دعوے کرنے والی حکومتوں اور عالمی اداروں کا فریب، دروغ اور ریاکاری عیاں ہوگئی ہے۔

فلسطین کی قانونی حکومت پر عالم اسلام کے بعض نام نہاد روشن فکر افراد، اخبارات اور تشہیراتی اداروں کی تنقید اور صیہونیوں کے جرائم کی توجیہ پر افسوس ہے کہ بارگاہ رب العزت میں یہ افراد جوابدہی کے لئے مجرمین کی صف میں کھڑے ہوں گے تاہم خوش قسمتی سے اسلامی جمہوریہ ایران میں حکومت وعوام میں تحسین آمیز ہم ہنگی اور ہم فکری مظلوم فلسطینیوں کی حمایت پر منتج ہوئی ہے۔

اگر خدانخواستہ دشمن حماس کے مجاہدین اور ہر فلسطینی جانباز کو جو عزم محکم کے ساتھ پائیداری و استقامت کا نمونہ بنے ہوئے ہیں قتل کر دینے میں کامیاب ہو جائے تو بھی فلسطین کا مسئلہ ان المیوں سے ختم نہیں ہوگا فلسطین اپنے گذشتہ تجربات کے سہارے دشمن کے سامنے زیادہ قوی بن کر ابھرے گا اور آخرکار فتح اسی کا مقدر بنے گی۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁